حقیقی کافر
حقیقی مومن

،

جنت اور جہنم
عارضی ہونے کا ابلیسی تصور

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسنؔ زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ”حقیقی مومن حقیقی کافر“

نمبر شمار	ذیلی نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1		اللہ نہیں چاہتا کہ اس میں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں میں فرق کیا جائے کافر اور مومن کی شناخت۔	1
2		کفر وایمان کے ساتھ ساتھ یہاں ایک بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے۔	1
3		اللہ نے واضح طور پر رسولؐ اللہ کو اپنی جگہ رکھا اور تفریق کی راہیں بند کر دیں۔	3
4		اللہ نے رسوؐل اللہ کو اپنی جگہ دینے کے لئے نمونہ کی مثالیں دے دی ہیں۔	4
5		آیت (8/20) پر ہماری وضاحت تاکہ پرویز سے جو کچھ رہ گیا وہ پورا کیا جاسکے۔	7
6		آیت (8/24) پر ہماری وضاحت۔	8
7		آیات (24/48,49-54) پر ہماری وضاحت وتشریح۔	8
8		تدبیریں کرنا۔ منتظر رہنا۔ محدود ہونا۔ معلومات حاصل کرنا اور مجبور ہونا، پابند ہونا کسی اور کا محتاج ہونا اللہ کی ذات کے خلاف ہے۔	10
		مودودی کی تشریح کے باوجود بھی اللہ کی پوری توہین موجود ہے۔	10
9		مودودی کی سب سے بڑی غلطی۔	12
10		ملائکہ کو کارکنانِ قضاوقدر قرار دینا ہی اللہ کی تمام ذاتی قدرتوں کا اور علم کا انکار ہے۔	12
11		ملائکہ کے متعلق بھی علامہ کی معلومات فرضی اور قیاسی اور اجتہادی اور بے بنیاد ہیں۔	13
	(الف)	تدبر وتعقل ومنشائے خداوندی کے مطابق امور کائنات کا نظام چلانے والے محمدؐ ہی ہیں	14
12		قرآن بلا صاحبانِ قرآن سمجھنا ممکن نہیں۔	15
13		تدبیر وتعقل، دیدار وتسخیر نمائندۂ خداوندی سے متعلق ہے۔	18
14		محمدؐ وعلیؑ کی عرش نشینی کے ساتھ ساتھ عالم گیر خبیر کی حیثیت بھی۔	18
15		اِستوٰی کے تمام گزشتہ وآئندہ معنی غلط ہوگئے۔	19
16		مودودی برابر اللہ کو تدبر وتعقل کرنے والا مانتے رہیں گے اور محدود رکھیں گے۔	20
17		مودودی کا فرشتوں کو بے دخل کرنا پھر ملاحظہ ہو۔	22

18 مودودی ایسی حالت میں بھی محمدؐ کا خدا کی جگہ تشریف لانا اور آنا نہیں مانتے جہاں 23
واقعی محمدؐ آئے تھے وہ اللہ کا آنا مانتے ہیں۔

19 قرآن نور محمدیؐ اور دیگر انوار کا بار بار اور جگہ جگہ ذکر کرتا چلا گیا ہے۔ 24

20 مودودی اللہ کو نور بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ 26

21 اگر اللہ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہنے سے اللہ یا خالق بنایا جاسکتا ہے تو جہاں بھی 27
ایسی اضافت ہے وہاں اللہ ماننا ہوگا۔

22 کائنات میں نورؐ اللہ کی مخلوق ہے۔ 29

23 نور کی مختلف صورتیں اور تذکرہ قرآن میں کیسے ہوا ہے؟ 30

(2) وہ نورؐ جس کی ضرورت منافقوں کو بھی پڑیگی مگر مومنین ان کو نور میں حصہ نہ دیں گے 30

(3) قرآن میں اس نورؐ سے دوہرا حصہ دینے کی ترکیب وطریقہ بتادیا گیا ہے۔ 31

(4) وہی نورؐ مردوں کو زندگی عطا کرنے کا ذریعہ ہے اسی نورؐ سے لوگوں میں عزت ملتی 32
ہے احترام ہوتا ہے۔

(5) وہی نورؐ موسیٰؑ کو بھی ملا تھا جسے علما نے یعنی موسیٰؑ کے مجتہدین نے قرطاسوں کا نام 33
دے دیا تھا۔

(6) محمدؐ کا کام لوگوں کو ایک نورؐ کی طرف راہنمائی کرنا تھا۔ یعنی نور محمدیؐ نورؐ علوی کی 35
طرف راہنمائی کرتا تھا۔

(7) رسوؐل کی رسوؐل کی حیثیت سے مفصل ذمہ داریاں اور امت کے کرنے کے کام 36
اور ان کی ذمہ داریاں۔

(8) نازل شدہ رسولؐ کے ساتھ تمام انوارؐ و کتاب بھی نازل ہوجانا چاہئیں ہدایت واتباع 37
کا تمام سامان۔

(9) چندآدمیوں سے یہ کہنا کہ میں تم سب کی طرف رسولؐ ہوں غلط ہے اس لئے کہ وہ 38
اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا ہو ہی نہیں سکتے ہیں۔

(10) اللہ پر ایمان اور اللہ کے تمام کلمات پر ایمان لانے اور سمجھنے کے معنی کیا ہیں؟ 38
معلومات محمدیؐ لگ بھگ اللہ کے برابر بنتی ہیں۔

(11) ہماری وضاحت حضرت آدمؑ کو پیش کرتی ہے جو تمام اَسماء کے عالم اور ملاقات کر چکے تھے۔ 39

(12) نبیؐ کے نوؐر کی تکمیل واتمام کی دعائیں قیامت تک جاری رہیں گی اسی پر نوعِ انسان کی ترقی منحصر ہے۔ 41

(13) محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنینؑ اور آئمہؑ کی پوزیشن باقی انسانوں کے مقابلے میں، 41

اللہ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور باقی انسانوں کا فرق واضح کردیا ہے۔ 42

(14) رسولؐ اللہ کے ساتھ نازل ہونے والے نورؐ پر بھی ایمان لایا جائے گا۔ 42

(15) مودودی، مشرک اور کافر اپنی کہانیوں سے اللہ کے اَلنُّوْر کو بجھا دینا اور چھپا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ اسے کامل کر کے رہے گا۔ 43

(16) محمدؐ پر ایمان لانے کا ازلی معاہدہ بطور اپیل دوہرایا گیا ہے آیتوں کے نزول کا سبب ایک نوؐر کی طرف راہ نمائی کرنا ہے۔ 45

(17) قیامت میں قائم قیامتؑ کے نور سے روشنی پھیل جائے گی ساری زمین جگمگانے لگے گی اور تمام انبیاءؑ حاضر ہوں گے۔ 47

(18) اللہ اور ملائکہ اپنے اپنے طریقہ سے مومنین پر درود بھیجتے ہیں تاکہ انہیں اس نورِ مطلق تک پہنچاتے رہیں۔ 49

(19) قرآن کے نزول کی غرض بھی نورِ مطلق کی طرف راہنمائی کرنا ہے اور محمدؐ بھی علیؑ کی طرف راہ نمائی کرتے تھے۔ 51

(20) یہاں نوؐر کی بنیاد کا ذکر ہے مودودی بہر حال ترجمہ روشنی کرتے ہیں تضاد ظاہر ہے۔ (61/8) اور مودودی بددیانت مترجم ہیں۔ 52

(21) رسولؐ الگ ہے، نوؐر الگ ہے، کتاب الگ ہے، رسولؐ اور کتاب کا کام نوؐر کی طرف راہ نمائی کرنا ہے۔ 52

24 لقائے خداوندی بھی لقائے نورِ محمدؐ یا نورِ آئمہ علیھم السلام کی زیارت ہے۔ 54

25 لقائے خداوندی لقائے نمائندگانِ خداوندی ہے۔ ان کو دیکھنا اللہ ہی کو دیکھنا ہے۔ 55

26 یہاں اللہ سے ملاقات کی بات اور اس کے معنی پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہوں گے اور آپ حقیقتِ حال کو سمجھ سکیں گے۔ 56

27 نمائندگانؑ خداوندی ملک الموت سے بدرجہا بزرگ ہیں اور تمام ملائکہ انؑ کے مدد 58
ومعاون اور حمد کرنے والے ہیں۔

28 فرشتے قیامت کے دن سے ڈرائے جانے اور تبلیغ پرسوال کریں گے اور لوگ اقرار 60
کریں گے کہ نبیوںؑ نے ڈرایا تھا۔

29 بقول مودودی عرب مخاطب ہیں اور انہیں محمدؐ اور قرآن پر شک وشبہ کرنے سے روکا 60
جارہا ہے۔

30 قریش کو آزمائش کے لئے خلیفہ بنایا گیا تھا اور انہوں نے قرآن بدلنے یا دوسرا 61
قرآن لانے کا تقاضہ کیا تھا۔

31 عرش پر بیٹھنا، اپنی مخلوق کو مسخر کرنا اور کائنات کے نظام عمل کی تدبیریں کرنا اللہ کی 62
شان کے شایان نہیں ہے۔

32 اپنے رب کی زیارت پر انسانوں کی عموماً اور قریش کی کثرت ایمان نہیں رکھتی غالباً 65
اس لئے کہ اللہ ہی کو رب سمجھتی ہے۔

33 اللہ سمجھ کر رب کی زیارت کا انکار کیا جاتا رہا۔ 66

34 اللہ سے ہٹ کر اجازت ومنشاء خداوندی کے خلاف کسی کو اپنا رب بنانا اور اس کی 67
عبادت کرنا باطل ہے۔

35 اللہ کی زیارت کرنے کے معنی اللہ کے مقرر کردہ نتائج کے حاصل ہونے کو تسلیم کرنا 68
ہوتا ہے۔

36 اللہ کے سامنے جواب دہی کی پیشی کو اللہ کی لقاء یا زیارت کہا گیا ہے۔ 69

37 قیامت کی باز پرس ہی کو اللہ کا دیدار فرمایا گیا ہے۔ ورنہ دیدار خداوندی تو ناممکن ہے 69

38 اللہ نے اپنی ملاقات کو لفظ ''تا ابد'' کی جگہ استعمال فرمایا ہے۔ 70

39 قیامت میں باز پرس کو اللہ نے اپنی لقاء فرمایا ہے؟؟ 70

40 قیامت کا برپا ہونا ہی اللہ کا دیدار ہے اس لئے کہ وہاں قائمؑ قیامت کا دیدار مقرر 71
ہے۔

فہرست ''جنت وجہنم کے عارضی ہونے کا ابلیسی تصور''

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1	مجتہدین، علمائے فقہ شیعہ سُنی اور اُن کے پیرو کاروں کے لئے لمحہ فکریہ	73
2	ابلیسی عقاید پر ایک قرانی تبصرہ اور جھوٹوں کو گھر تک پہنچانا	78
3	آیات (11/107-108) میں جن آسمانوں اور زمینوں کا ذکر ہے وہ ہمیشہ برقرار رہیں گے؟؟	79
4	جنت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارا اللہ وعدہ خلافی ہر گز نہیں کرتا	80
5	جنت نیک عملی اور قربانیوں کے بدلے میں بطور معاوضہ وراثت کے طور پر دی گئی تھی	81
6	جنت انسانوں کی محنت اور قربانیوں کے بدلے میں ملی ہے بدلہ نہ دینا ظلم ہے	82
7	کیا اللہ بھی قومی لیڈروں کی طرح جنتیوں کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے؟	83
8	جہنم بھی دائمی ہے اس کو یا جہنم کی سزا کو عارضی کہنے والے بھی خدا کو ظالم بناتے ہیں۔	84
9	مومنین کی نجات اللہ کے اوپر ان کا حق ہے اور وہ مومنین اور انبیاءؑ کو ہر گز رسوانہ کرے گا	85
	ان ملاؤں اور ان کے ہم عقیدہ پیرو کاروں کے لئے دو عدد مشورے	89

1۔ اللہ نہیں چاہتا کہ اس میں اوراس کے بھیجے ہوئے رسولوںؑ میں فرق کیا جائے۔کافراور مومن کی شناخت

قرآن میں اللہ نے جن لوگوں کو حقیقی کافر فرمایا ہے ان کو اور ان کے طرز عمل کو اللہ ہی سے سن لیں ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًاO اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًاOوَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO (4/150-152)

"یقیناً جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسولوںؑ کی حقیقت کو چھپاتے ہیں اور یہ اسکیم رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوںؑ کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ اُن میں بعض کو مانیں گے اور بعض کی پوزیشن کو چھپائیں گے اور اس طرح ان کا ارادہ یا اسکیم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوںؑ کو ماننے کے بجائے ان کے درمیان والا راستہ نکالیں گے۔ وہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوںؑ پر ایمان لے آئے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے وہی لوگ ہیں جن کو ہم جلد ہی ایمان لانے اور تفریق نہ کرنے کا اجر عطا کریں گے اور اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔"

2۔ کفروایمان کے ساتھ ساتھ یہاں ایک بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے

ان آیات سے لوگوں نے اگر اللہ کا صحیح منشا سمجھ لیا ہوتا تو انبیاء و رسل علیہم السلام کی عصمت کی بحث میں کبھی نہ اُلجھتے۔مگر علمانے آیات میں الفاظ کے موجود ہونے کے

باوجود یہ سمجھا کہ نبیوںؑ اور رسولوںؑ میں تفریق کا ذکر ہوا ہے اور اسی لئے یہ سمجھا کہ بعض رسولوںؑ پر ایمان لانا اور بعض رسولوںؑ کو نہ ماننا منع ہوا ہے۔فرمایا تو یہ گیا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسولوںؑ کے درمیان تفریق حقیقی کفر ہے۔یعنی اللہ کو رسولوںؑ سے الگ کرنا منع ہوا ہے اور اللہ کو اور رسولوںؑ کو ایک ہی سمجھنے کا حکم ملا ہے اور جب یہ مان لیا جائے کہ اللہ اور رسولؑ ایک ہی ہیں تو پھر رسولوںؑ کے بیان کو اللہ کا بیان سمجھنا ہوگا اور اللہ کے بیان کو رسولوںؑ کا بیان ماننا ہوگا۔لہٰذا بیان میں غلطی ناممکن ماننا ہوگی ۔ورنہ رسولوںؑ میں اور اللہ میں تفریق کا جرم عائد ہوگا اور رسولوںؑ کی مطلق اطاعت کا انکار بھی لازم آئے گا۔حالانکہ رسولوںؑ کی مطلق اطاعت فرض ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (4/64)

” اور ہم نے کوئی بھی رسولؑ نہیں بھیجا سوائے اُس کے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جایا کرے۔“

مطلب واضح ہے کہ اطاعت کے معاملہ میں اللہ اور رسولوںؑ کے مابین کوئی تفریق یا فرق نہیں ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور کسی رسولؑ کے مابین فرق یا تفریق کرنا کفر ہے۔نہ کہ رسولوںؑ کے درمیان تفریق کرنا۔رسولوںؑ میں تو خود اللہ نے فرقِ مراتب فرمایا ہے۔

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ (2/253)

” یہ رسولؑ ہیں جنہیں ہم نے ایک دوسرے پر بزرگی عطا کی ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کلام کیا اور وہ بھی ہیں جن کے درجے بلند کئے اور ہم نے عیسیٰؑ بن مریم کو بینات عطا کئے اور انہیں روح القدس سے تائید عطا کی۔“

لہٰذا آپس کی تفریق نہیں بلکہ رسولوںؑ کو اللہ سے الگ کرنا منع ہوا ہے اور یہ بھی مستقل حق پوشی کا طریقہ ہے کہ اللہ کے راستے پر نہ چلا جائے بلکہ اپنے اجتہاد سے اللہ اور رسولوںؑ کے درمیان ایک راہ تلاش کی جائے لہٰذا حقیقی کافر وہی ہیں یعنی مستقل حق پوشی کرنے والے وہی لوگ ہیں جو رسولوںؑ کو اللہ سے الگ کردیں اور درمیانی راہ اختیار کریں اور جو ایسا نہ کریں وہی حقیقی مومنین ہیں۔ یہ بہت آسان طریقہ ہے کہ رسولوںؑ کو اللہ کے ساتھ مانا جائے اور یہی عصمت کا عقیدہ ہے۔

3۔ اللہ نے واضح طور پر رسولؐ اللہ کو اپنی جگہ رکھا اور تفریق کی راہیں بند کردیں

اس عنوان کو چلانے کے لئے ہم دو قریش پرست علما کو آگے بڑھاتے ہیں جو دونوں نہ صرف عصمت کے منکر ہیں بلکہ دونوں محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے دشمن بھی ثابت کئے جا چکے ہیں اور ان کے نام غلام احمد پرویز اور ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ ہم اپنا عنوان تو قرآن سے ثابت کریں گے مگر ترجمے ان دونوں کے لکھیں گے تاکہ آپ یہ فیصلہ کرسکیں کہ ان دونوں دشمنوں میں سے بڑا اور حق پوش یعنی کافر دشمن کون سا ہے؟ پہلے مودودی سے کافر کے اصلی معنی سن لیں۔ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 129 پر مودودی اپنی تشریح نمبر 161 میں رقمطراز ہیں کہ: ''161؎ **کافر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں**''۔

کافر کے اصلی معنی لکھنے کے بعد مودودی نے تفہیم القرآن کے چار ہزار ایک سو ننانوے صفحات لکھے مگر کہیں ایک دفعہ بھی کافر کے اصلی معنی نہیں لکھے ہر دفعہ ہر جگہ غلط معنی لکھتے چلے گئے اور قریش کے کفر پر پردے ڈالتے رہے بہرحال ہم قرآن کے بیان کی حیثیت وضاحت سے کرتے رہے ہیں سنئے:

4۔ اللہ نے رسولؐ اللہ کو اپنی جگہ دینے کے لئے نمونہ کی مثالیں دے دی ہیں

یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡ آ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡہُ وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَo(8/20)

پرویز کا ترجمہ اور تشریح۔ ’’اے پیروان دعوتِ ایمانی! اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اُس سے رو گردانی نہ کرو اور تم صدائے حق سن رہے ہو۔،،

دیکھئے اس میں اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم ہے لیکن وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡہُ میں ’’عَنۡہُ‘‘ کی ضمیر واحد غائب کی ہے۔ اس سے ذرا آگے ہے:

یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡالِلّٰہِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَادَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ وَاعۡلَمُوۡ آاَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ وَاَنَّہٗ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَo(8/24)

پرویز کا ترجمہ اور تشریح

۔’’اے پیروان دعوتِ ایمانی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی پکار کا جواب دو، جب وہ پکارتا ہے۔ تا کہ تمہیں موت کی حالت سے نکال کر زندہ کر دے اور جان لو کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے ٹھیرائے ہوئے قانون واسباب کے ذریعہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور جان لو کہ آخر کار اُسی کے حضور جمع کئے جاؤ گے۔‘‘

اس میں بھی اللہ اور رسولؐ کے الفاظ ہیں لیکن اِذَا دَعَاکُمۡ میں صیغہ واحد غائب کا ہے۔

سورہ نور میں ہے:

وَاِذَادُعُوۡ آاِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَھُمۡ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ O وَاِنۡ یَّکُنۡ لَّھُمُ الۡحَقُّ یَاۡتُوۡ آ اِلَیۡہِ مُذۡعِنِیۡنَo(24/48-49)

پرویز کا ترجمہ اور تشریح

۔’’اور جب یہ اللہ اور رسولؐ کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ اُن کے متنازعہ فیہ امر کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان میں سے ایک فریق پہلو تہی کر لیتا ہے اور اگر ان کا کوئی حق کسی پر

واجب ہو اُس کی طرف سر جھکائے ہوئے چلے آتے ہیں۔''

دیکھئے اللہ اور رسولؐ کے الفاظ موجود ہیں لیکن لِیَحۡکُمَ میں صیغہ واحد کا ہے۔ اسی طرح یا تُوۡ اِلَیۡہِ میں ضمیر واحد غائب کی ہے۔ اس سے ذرا آگے ہے۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ وَاِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا وَمَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ o (24/54)

پرویز کا ترجمہ اور تشریح

۔''اے پیغمبرؐ اسلام تم کہہ دو کہ اے مسلمانوں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اگر ایسا ہو کہ تم اطاعت سے روگردانی کرنے لگ جاؤ تو سمجھ رکھو کہ رسولؐ کے ذمہ وہ تبلیغ وارشاد ہے جس کا اُس پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ اطاعت وانقیاد ہے جس کا بوجھ تم پر عائد کیا گیا ہے اور اگر تم نے اس کی اطاعت کرلی تو صحیح راہ پر لگ جاؤ گے۔ بہر حال رسولؐ کے ذمہ صرف احکام کو صاف صاف طرح پہنچا دینا ہے اور بس۔''

(معارف القرآن جلد چار صفحہ 628-627)

اس آیت کی تشریح پرویز نے ''مرکز ملت'' کے عنوان کے ماتحت یوں کی ہے

مرکز نظام حکومت ۔ ''اس میں اللہ ورسولؐ کی اطاعت کا مطالبہ ہے۔ لیکن عَلَیۡہِ اور تُطِیۡعُوۡہُ میں ضمائر واحد غائب کی ہیں۔ اِن مثالوں سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے مراد دو الگ الگ اطاعتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ کی وہ اطاعت ہے جو مرکز نظام دین (حکومت خداوندی) کی وساطت سے ظہور میں آتی ہے ان ضمائر میں واحد کے صیغے مرکز ملت کے لئے آئے ہیں۔ جو اُس وقت رسولؐ اللہ کی ذات گرامی تھی۔ یہی وہ اطاعت ہے جس کے متعلق فرمایا۔

وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ

مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًاo(33/36)

پرویز کا ترجمہ ۔''اور کسی مومن مرد و عورت کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کوئی فیصلہ صادر کر دے تو ان مومنوں کو اس فیصلے کی تبدیلی میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو کوئی بایں ہمہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی نافرمانی کرے گا تو جان لو کہ وہ کھلی ہوئی گمراہی کی چال چل گیا۔'' اگر یہ اطاعت نہیں تو ایمان کا زبانی دعویٰ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 628)

یہ عنوان بھی دیکھ لیں:

اللہ ورسولؐ کے لئے واحد کا صیغہ

۔''قرآن کریم میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن میں اللہ اور رسولؐ کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن ان کے لئے صیغہ واحد کا استعمال ہوا ہے حالانکہ عربی کے عام قاعدے کی رو سے دو (اللہ ورسولؐ) کے لئے تثنیہ کا صیغہ آنا چاہئے مثلاً ''۔ایضاً (صفحہ 626)

واضح رہے کہ پرویز نے رسولؐ کے بعد قائم ہونے والی قومی حکومت کو رسولؐ کا مقام دینے کیلئے یہ بیان دیا ہے (صفحہ 628-626) اُس کا ہرگز یہ منشا نہیں تھا کہ وہ رسولؐ اللہ کا مقام اور اللہ کا مقام ایک ثابت کرے۔ مگر اس نے اپنے باطل مقصد کے لئے ایک حقیقت کو مان لیا ہے لہٰذا اسے چھوٹا دشمن کہا جا سکتا ہے۔ مگر مودودی نے تو ان مذکورہ بالا آیات (8/20، 8/24، 24/48-49 اور 24/54) پر نہ کوئی اشارہ کیا نہ توضیح لکھی بلکہ واحد کے صیغوں اور ضمیروں کا تذکرہ تک نہیں کیا لہٰذا مودودی حق کو چھپانے والے یعنی بقول خود کافر ہوئے اور پرویز سے بڑے دشمن بھی ہوئے۔

5۔ آیت (8/20) پر ہماری وضاحت تا کہ پرویز سے جو کچھ رہ گیا وہ پورا کیا جاسکے

اس آیت (8/20) میں اللہ اور رسوؐل کی اطاعت لازم کی گئی تھی اور رسولؐ اللہ کے مقابلے میں ولایت وحکومت قائم کرنے کی ممانعت ہوئی ہے۔جس کیلئے لفظ لَاتَوَلَّوا آیا تھا جس کے معنی۔ ''ولایت نہ بناؤ۔'' کی جگہ قریشی علما۔''روگردانی۔'' کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ لفظ تَوَلَّوا کا مادہ و۔ل۔ی ہے اور اس کا مصدر وَلَایَۃٌ ہے۔اور اسی بنا پر مودودی نے لفظ تَوَلَّیْتُمْ کے معنی ۔''اقتدار حاصل ہوجانا۔'' کئے ہیں۔(دیکھو تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26) وہاں لکھا ہے کہ:

''33؎ اصل الفاظ ہیں ''اِنْ تَوَلَّیْتُمْ ''ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ۔''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے۔''

اور مودودی ہی نے لفظ تَوَلّٰی کا ترجمہ ''جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے۔'' اِذَا تَوَلّٰی (2/205) تفہیم جلد اوّل صفحہ 159) کیا ہے۔

لہٰذا الفاظ وَلَّوْ ا،تَوَلَّوْ ا ،تَوَلّٰی ، تَوَلَّیْتُمْ کے معنی میں ولایۃ کا مصدر ہے۔لہٰذا قرآن میں جہاں بھی اس مصدر وَلَایَۃٌ سے کوئی لفظ آئے اس کے معنی حکومت وولایت کرنا لازم ہیں۔پھر یہ دیکھئے کہ اطاعت اللہ اور رسوؐل کی مذکور ہوئی تھی اس لئے آیت میں الفاظ لَاتَوَلَّوْ اعَنْھُمَا ۔''ان دونوں کے مقابلے پر حکومت یا ولایت نہ بناؤ۔'' ہونا چاہیں تھے۔ مگر چونکہ لفظ واحد مذکر عَنْہُ آیا ہے۔اس لئے اطاعت بھی اور حکومت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ میں مرکوز ہوگئی۔یعنی رسوؐل کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور رسوؐل کی حکومت ہی حکومت الٰہیہ ہے۔

6۔ آیت (8/24) پر ہماری وضاحت

اس آیت میں اللہ اور رسولؐ کے لئے زندگی بخشنے کا ذکر ہے۔ ہر مومن و کافر یہ مانتا ہے کہ اللہ زندگی کا بھی مالک ہے اور موت کا بھی مالک ہے اور جسے چاہے جب چاہے موت دے سکتا ہے اور جب چاہے مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے زندگی اور موت پر اختیارات کے لئے کسی بحث وثبوت کی ضرورت نہیں ہے اور قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہوا ہے (آل عمران 3/49) لہٰذا رسولؐ کو بھی زندگی اور موت پر قدرت حاصل ہونے کا ثبوت موجود ہے چنانچہ اس آیت (8/24) میں رسولؐ اللہ اور اللہ کے بلانے کو رسولؐ کا بلانا فرمایا گیا ہے اور اللہ ورسولؐ کے زندگی بخشنے کو واحد مذکر غائب کے صیغے یُحۡیِیۡکُمۡ سے رسولؐ کو زندہ کرنے کی قدرت ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ اور قیامت میں حشر ونشر حساب کتاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہونے پر دلیل موجود ہے اور یہ عین صفاتِ خداوندی کے مطابق ہے یعنی حشر ونشر وحساب کتاب اور باز پرس اللہ کے نمائندوں کے ذمہ ہے۔ اللہ کو ساری کائنات سے ہٹا کے میدان محشر میں محدود کرنا غلط ہے۔

7۔ آیات (24/48,49-54) پر ہماری وضاحت وتشریح

اِن آیات میں مسلمانوں کا وہ فرقہ واضح الفاظ میں سامنے لایا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے منحرف رہتا رہا اور جس نے قومی ولایت وحکومت بنانے کے لئے سردھڑ کی اور کفر وایمان کی اور دین ودنیا کی بازی لگائے رکھی تھی۔ اُن کو دونوں حالتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ یعنی جب انہیں رسولؐ اللہ، اللہ کے نام سے دعوت دیتے یا بلاتے تھے تو وہ جب اپنی غرض اور مفاد نہ دیکھتے تھے تو اعراض یعنی بے توجہی اور لاپرواہی اور روگردانی سے کام لیتے تھے ورنہ سر جھکائے چلے آتے تھے۔ یعنی وہ ہر

معاملے میں اپنی غرض اور مصلحت کو سامنے رکھتے تھے۔ دوسری صورت وہی ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی ہے یعنی اپنی قومی حکومت کو قائم کرنے کا بندوبست کرنا۔ اور وہی الفاظ آئے ہیں کہ فَاِنْ تَوَلَّوْا ''اگر تم قومی ولایت قائم کرو'' تو رسوؐل پر کوئی ذمہ داری نہیں رہتی سوائے اس کے کہ واضح الفاظ میں تبلیغ کردے اور بس۔ لفظ تَوَلَّوْا اور وَلَّوْا کے معنی پر بخاری سے حدیث بھی دیکھ لیں۔

عَنْ ابی بکرۃ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِی اللّٰہُ بِکَلِمَۃ ایام الجمل لما بلغ النّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فارس ملّکوا ابنۃ کسرٰی قال لن یُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوا امرھم امرأۃً (بخاری جلد 2 پارہ نمبر 29 صفحہ 1052)

۔''ابو بکرہ نے کہا کہ جنگ جمل کے دنوں میں مجھے ایک جملے نے نفع پہنچایا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ملک ایران میں مملکت کا سربراہ کسرٰی کی بیٹی کو بنالیا گیا ہے تو فرمایا تھا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جو اپنا حاکم ایک عورت کو بنالے۔'' چونکہ جنگ جمل کی کرتا دھرتا ایک عورت کو بنایا گیا تھا۔ لہٰذا ابو بکرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس جملے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کو نہ نکلا۔

قارئین تو اس قدر دیکھیں کہ لفظ وَلَّوْا حکمران بنانے کے معنی میں روز اوّل سے استعمال ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر قرآن کے مترجمین نے اس کے معنی۔''منہ پھرانا''۔ ''روگردانی''۔ وغیرہ کرلئے ہیں۔ تاکہ قرآن سے یہ پتہ نہ چلنے دیں کہ کہیں ولایت علویہ کا تذکرہ بھی قرآن میں آیا ہے یا نہیں۔ مگر ہم نے اس سازش کے تمام جوڑ و بند کھول کر رکھ دیئے ہیں۔

یاد رکھیے کہ قرآن میں جہاں جہاں اللہ کو مراد لینے سے اللہ کی پوزیشن میں عیوب پیدا ہوتے ہوں۔ وہاں اللہ کا وہ نمائندہ مراد لینے سے الجھن رفع ہو جاتی ہے۔ جس کی مثالوں میں خود

اللہ نے اسے اپنی جگہ مراد لیا ہے۔

8۔ تدبیریں کرنا۔منتظر رہنا۔محدود ہونا۔معلومات حاصل کرنا اور مجبور ہونا۔پابند ہونا۔کسی اور کا محتاج ہونا اللہ کی ذات کے خلاف ہے۔

مثلاً فرمایا ہے کہ: یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ o(سجدہ 32/5)

مودودی ترجمہ: ''وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد، اوپر اس کے حضور جاتی ہے۔ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے'' ذٰلِکَ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ الۡعَزِیۡزُ االرَّحِیۡمُ o(32/6)۔

''وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست اور رحیم''

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 39-38)

مودودی کی تشریح کے بعد بھی اللہ کی پوری توہین موجود ہے

''9 یعنی تمہارے نزدیک جو ایک ہزار برس کی تاریخ ہے وہ اللہ تعالی کے یہاں ایک دن کا کام ہے جس کی اسکیم آج کارکنان قضا و قدر کے سپرد کی جاتی ہے اور کل وہ اس کی روداد، اُس کے حضور پیش کرتے ہیں۔تا کہ دوسرے دن (یعنی تمہارے حساب سے ایک ہزار برس) کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔قرآن مجید میں یہ مضمون دو مقامات پر اور بھی آیا ہے جنہیں نگاہ میں رکھنے سے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کفار عرب کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبوت کا دعویٰ لے کر سامنے آئے کئی برس گزر چکے ہیں۔وہ بار بار ہم سے کہتے ہیں کہ اگر میری اس دعوت کو تم لوگ قبول نہ کرو گے اور مجھے جھٹلا دو گے تو تم پر خدا کا عذاب آجائیگا۔مگر کئی برس سے وہ اپنی یہ بات دوہرائے جا رہے ہیں اور آج تک عذاب نہ آیا۔حالانکہ ہم ایک دفعہ نہیں ہزاروں مرتبہ انہیں صاف صاف جھٹلا چکے ہیں

۔ ان کی یہ دھمکیاں واقعی سچی ہوتیں تو ہم پر نہ معلوم کبھی کا عذاب آ چکا ہوتا۔اس پر اللہ تعالیٰ سورہ حج میں فرماتا ہے کہ:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَo(22/47)

۔''یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا مگر تیرے رب کے یہاں کا ایک دن تم لوگوں کے شمار سے ہزار برس جیسا ہوا کرتا ہے۔''

دوسری جگہ اسی بات کا جواب یہ دیا گیا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ O لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ Oمِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ O تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍO فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًاO اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاO وَّنَرٰهُ قَرِيْبًاO(70/1-7)

۔''پوچھنے والا پوچھتا ہے اس عذاب کو جو واقع ہونے والا ہے کافروں کے لئے جس کو دفع کرنے والا کوئی نہیں ہے، اُس خدا کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے (یعنی درجہ بدرجہ کام کرنے والا ہے۔) چڑھتے ہیں اس کی طرف ملائکہ اور روح ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے پس اے نبی! صبر جمیل سے کام لو یہ اسے دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔''(70/1-7)

۔''ان تمام ارشادات سے جو بات ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں خدا کے فیصلے دنیا کی گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں ہوتے۔کسی قوم سے اگر یہ کہا جائے کہ تم فلاں روش اختیار کرو گے تو اس کا انجام تمہیں یہ کچھ دیکھنا ہوگا، تو وہ قوم سخت احمق ہوگی اگر اس کا یہ مطلب سمجھے کہ آج وہ روش اختیار کی جائے تو کل اس کے بُرے

نتائج سامنے آجائیں گے۔ظہور نتائج کیلئے دن اور مہینے اور سال تو کیا چیز ہیں صدیاں بھی کوئی بڑی مدت نہیں ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 39-38)

9۔ مودودی کی سب سے بڑی غلطی تو یہ ہے کہ اس آیت (32/5) کو اور (70/1-7) کو اللہ سے متعلق کردیا

اسی لئے یہ تمام تشریحات ان عیوب واحتیاجات کو نہیں ہٹاسکیں جو اللہ پر عائد ہوجاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ کہیں اوپر ہے۔ یعنی زمین پر اور داہنے بائیں اور کہیں نہیں ہے اور اُس تدبیر کی روداد اُسے ایک دن کے بعد یا ایک ہزار سال کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ اس دوران وہ اس روداد سے جاہل رہتا ہے جو ملائکہ کو پہلے معلوم ہوجاتی ہے اور اللہ اسے معلوم کرنے کیلئے منتظر رہتا ہے اور جب ملائکہ بتاتے ہیں تب اسے معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست بھی ہے۔ (32/6) میں تو اللہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عَزِيزُ الرَّحِيمُ ہے۔ (32/5) میں جاہل اور علم کا منتظر اور فرشتوں کا محتاج ہے اور ایک دن یا ایک ہزار برس ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا ہے اور پچاس ہزار سال تک فرشتے اوپر چڑھتے رہتے ہیں تب اللہ تک پہنچتے ہیں۔ یعنی اللہ اُن کی رگ گردن سے کروڑوں اربوں میل دور رہتا ہے اور کُـــن کہتے ہی کام ہوجانا گویا ایک غلط بات ہے۔ یہ ہے وہ تضاد جو مودودی کی تفسیر پیش کرتی ہے اور خدا کی پوزیشن کو الٹا کھڑا کردیتی ہے۔

10۔ ملائکہ کو کارکنانِ قضاوقدر قرار دینا ہی اللہ کی تمام ذاتی قدرتوں کا اور علم کا انکار ہے

درحقیقت مودودی اینڈ کمپنی نے اللہ پر ایمان لانے کے لئے ملائکہ کو بطور ایک وسیلے کے خود ہی گھڑ لیا ہے اور خود تراشیدہ ان بتوں کے ذریعہ اللہ کو مانا ہے اور اللہ کی تمام قدرتوں

کو ملائکہ میں فرض کر کے باقی صورت حال کو مانا ہے۔لیکن اُسے معلوم نہیں کہ کائنات کی تخلیق میں ملائکہ کا نمبر تو بہت لیٹ آیا ہے۔اُن کی تخلیق سے پہلے کون تھا؟ جسے کارکنان قضا وقدر کہا جائے گا؟

11۔ ملائکہ کے متعلق بھی علامہ کی معلومات فرضی اور قیاسی اوراجتہادی اور بے بنیاد ہیں

آپ تفہیم القرآن کی چھٹی یا آخری جلد میں سورہ النازعات نمبر 79 نکالئے اور پہلی آیت کا ترجمہ دیکھئے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا o وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا o فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا o فَالْمُدَ بِّرٰتِ اَمْرًا (79/1-5)

مودودی ترجمہ۔ ’’قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں،اور آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں،اور (اُن فرشتوں کی جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں پھر (احکام الٰہی کے مطابق) معاملات کا انتظام چلاتے ہیں۔‘‘

اس ترجمہ سے زبردستی فرشتے مراد لیا گیا آیت میں فرشتوں کا ذکر کہیں نہیں ہے پھر مزید بریکٹ لگا کر ترجمہ کو فرضی تصور دیا گیا ہے۔اب تشریح پڑھیں:

مودودی کی تشریح اور بے دلیل عقیدہ اختیار کرنا:

’’یہاں پانچ اوصاف رکھنے والے ہستیوں کی قسم جس غرض کیلئے کھائی گئی ہے،اس کی وضاحت نہیں کی گئی ہے... اس کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ یہ پانچ اوصاف کن ہستیوں کے ہیں۔ لیکن صحابہ اور تابعین کی بڑی تعداد نے اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ان سے مراد فرشتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ سلطنت کائنات کے وہ کارکن ہیں جن کے ہاتھوں دنیا کا سارا

انتظام اللہ تعالی کے حکم کے مطابق چل رہا ہے۔ ان آیات کے یہ معنی اگرچہ کسی صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہوئے ہیں۔''

یعنی نہ ترجمہ والے بیانات قرآن کی آیات میں ہیں اور نہ حدیث رسولؐ میں ہیں تو بات ختم ہوگئی۔ مودودی یا مودودی کے بزرگوں کی باتیں نہ قرآن کی جگہ لے سکتی ہیں نہ رسولؐ کے مقام پر آ سکتی ہیں۔ لہٰذا ایک فرضی داستان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا مودودی اینڈ کمپنی کے تصورات وعقائد فرضی اور ذاتی ہیں چنانچہ فرشتے نہ کارکنان قضا وقدر ہیں نہ اللہ کی جگہ اللہ کے کام کرتے ہیں نہ یہ کائنات فرشتوں کے سہارے چل رہی ہے۔ یہ تمام عقائد وتصورات ثابت کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی ذاتی قدرت اور قضا وقدر سے جاہل یا منکر ہیں اورانہوں نے محمدؐ وآل محمدؐ سے دشمنی برقرار رکھنے کیلئے یہ عقائد وتصورات شیطان کی مدد سے خود گھڑ کر اختیار کر لئے ہیں۔

11 (الف)۔ تدبر وتعقل ومنشائے خداوندی کے مطابق امور کائنات کا نظام چلانے والے محمدؐ ہی ہیں

ملائکہ کی تخلیق اوران کو ملنے والے سامان کو اسلامی ریکارڈ میں دیکھ لینے والوں کیلئے ملائکہ نظام کائنات اور انتظام کائنات کے سامنے کوئی پوزیشن نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ بے عقل یا اندھی قوتیں ہیں جنہیں استعمال کرنے والے حضرات مطلق علم وعقل وفراست کے مالک ہوں۔ ایک حدیث سنئے:

''عبداللہ بن سنان نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا کہ فرماتے تھے۔

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَفِيِّكَ وَخَلِيْلِكَ وَنَجِيِّكَ الْمُدَبِّرِ بِاَمْرِكَ''

(اصول کافی باب مولد النبیؐ)

۔’’اے اللہ درود بھیج اپنے منتخب بندے محمدؐ پر اپنے خلیل پر اپنے ہمراز پر جو تیرے احکامات کی تدبیر کرتے ہیں۔‘‘

یہ فطری اور قدرتی بات ہے کہ نظام کائنات اور تدبیر کائنات میں ملائکہ کو بطور قوت و آلات استعمال کیا جاتا ہو۔اور کیا جاتا تھا۔لیکن ملائکہ کا خود مدبرالامور ہونا یا کارکنان قضا وقدر ہونا ملائکہ سے ناواقفیت اور دشمنی محمدؐ کا ثبوت ہے۔یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ تدبیریں اور تدبر وتعقل وتفکر کرنا اللہ کے شایان شان نہیں ہے یہ تو مصنوع ومخلوق کا کام ہے۔خالق وقادر مطلق وخلاق ورزاق اور قیوم کا کام نہیں ہے ۔بہرحال مودودی نے اپنے ترجموں اورتشریحوں میں ایک ایسا اللہ مان لیا ہے جو۔

(1)فوراً عذاب نازل نہیں کرسکتا۔

(2)ہزار برس یا پچاس ہزار برس بعد نازل ہونے والا عذاب مخاطب لوگوں کے مرگل جانے کے بعد کسی دوسری نسل پر خواہ مخواہ نازل ہوجائے گا اور وعدہ خداوندی غلط نکل جائیگا۔

(3)نہ وہ االلہ ملائکہ اور ارواح کو ہر جگہ ملتا ہے۔نہ ہر جگہ رہتا ہے۔

(4)کروڑوں اربوں میل دور کہیں اوپر رہتا ہے جہاں پہنچنے کے لئے ملائکہ اور ارواح کو اپنی تیز ترین رفتار کے باوجود پچاس ہزار سال لگ جاتے ہیں اور یہ عقائد قرآن کے سراسر مخالف ہیں۔(3/47-59 ،50/16)

12۔قرآن بلا صاحبانِ قرآن سمجھنا ممکن نہیں۔مودودی بار بار اللہ کو مخلوق کی صفات سے ملوث کرتے ہیں

چونکہ مودودی نے خودساختہ دین اختیار کیا ہے اس لئے اللہ کو مودودی سے بچانا بہت مشکل ہے۔وہ بار بار آیات خداوندی کو غلط تراجم وتوجیہات وتاویلات سے دوچار رکھیں گے اس لئے اللہ کی پوزیشن ہمیشہ خطرے میں رہتی چلی جائے گی سنئے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ۔الخ (7/54)

موودودی ترجمہ:۔ ''درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا'' (تفہیم القرآن 2 صفحہ 36)

موودودی تشریح ''41 خدا کے استواء علی العرش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو۔ جہاں سے سارے عالم پر وجود وقوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیرِ امر بھی فرمائی جا رہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدارِ فرمانروائی ہو اور اس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کی زمامِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ بہرحال استواء علی العرش کا تفصیلی مفہوم خواہ کچھ بھی ہو، قرآن میں اس کے ذکر کا اصل مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالق کائنات ہی نہیں ہے بلکہ مدبّرِ کائنات بھی ہے۔ وہ دنیا کو وجود میں لانے کے بعد اس سے بے تعلق ہو کر کہیں بیٹھ نہیں گیا ہے بلکہ عملاً وہی سارے جہان کے جزو کل پر فرماں روائی کر رہا ہے۔ سلطانی وحکمرانی کے تمام اختیارات بالفعل اس کے ہاتھ میں ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 36)

موودودی کے ترجمہ اور تشریح پر ناقدانہ نظر اور حقیقت حال

قرآنی عبارت میں لفظ سلطنت کہیں نہیں ہے۔ لہٰذا عرش یعنی تخت کو اپنے خارجی تصور سے تخت سلطنت بنا دیا ہے اور اللہ کو اُس تخت سلطنت پر بٹھا دیا ہے۔ اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ اللہ کو کسی ایک جگہ اور ایک مقام پر محدود کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ تشریح میں یہ اقرار کر لیا کہ ''تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔'' لہٰذا ان کی پوری تشریح

قیاسات پر مبنی مانی جائے گی۔ تشریح کے دوران مودودی کا حدیث کی طرف سے خاموش رہنا بتاتا ہے کہ اُن کے مذہبی ریکارڈ میں اس عنوان پر اُن کے یہاں کوئی حدیث نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور مدد لیتے۔ عرش پر اللہ کو بٹھانے کی مرمت یوں کی ہے کہ۔''اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز کردیا ہو''۔ یعنی خود بنفس نفیس تخت پر بیٹھا نہیں بلکہ اللہ کی تجلیات وہاں سے کام کررہی ہیں اور اللہ کی تجلیات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے زیادہ اور کونسی ہوسکتی ہیں اور یہاں یہ دقت بھی نہیں کہ محمدؐ کو اس تخت سلطنت پر بٹھانے میں اللہ کی پوزیشن پر کوئی حرف آئے اور ساتھ ہی یوں تدبیر و تعقل بھی جائز ہوجائے گا اور اسی لئے آنحضرتؐ کو معصومؑ حدیث میں اَلْمُدَبِّرُ بِاَمْرِكَ فرمایا گیا ہے۔ لیکن مودودی قرآن کی تفسیر میں قیاسات کو روا رکھتے ہیں اور اللہ کو تدبیر و تعقل کا محتاج قرار دیتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں اور سنئے:

''اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَo (13/2)

مودودی ترجمہ۔''اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔ پھر وہ اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔ اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک کے لئے چل رہی ہے اور اللہ ہی سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔''

مودودی تشریحات۔''مودودی نے اللہ کے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے کا پھر ذکر کیا ہے اور گزشتہ تشریح نمبر 41 کا حوالہ دیا ہے۔ پھر ساری مخاطب اقوام کو بدلے ہوئے الفاظ میں پہلے سے مسلمان مانا ہے بہر حال مودودی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ تدبیر و تعقل کا

محتاج دکھایا جائے اور یہ کہ لوگ اللہ کی زیارت یا دیدار کریں۔اور اپنی مخلوق کو مسخر کرنے کے عبث کام کو اللہ سے منسوب مانا ہے۔ان تمام عقائد میں علامہ علی نقی عرف نقن بھی اپنی تفسیر جلد 4 صفحہ 270 پر مودودی سے متفق ہیں۔(31/2)

13۔ تدبیر و تعقل، دیدار و تسخیر نمائندۂ خداوندی سے متعلق ہے

پچھلے عنوانات میں ثابت ہو گیا ہے کہ کائنات کے تخت حکومت یعنی عرش پر محمدؐ کو جلوہ افروز کیا گیا تھا اور قرآن میں جہاں بھی استویٰ علی العرش کا ذکر ہوا ہے وہاں حضرات محمدؐ و علی علیہما السلام کی تخت نشینی کی بات ہے اور وہ مخلوق ہونے کی بنا پر کاروبار سلطنت خداوندی کو اللہ کی منشا کے مطابق چلانے کیلئے غور و فکر و تدبر و تفکر کرنے میں حق بجانب ہیں۔ اسی لئے انہیں عقل و فکر و بصیرت دی گئی تھی کہ اسے سو فیصد درستی سے استعمال کر سکیں اور یہ دینی ضرورت تھی کہ پوری کائنات کو محمدؐ و اجزائے نور محمدؐ کے ہاتھوں میں مسخر کیا جائے تا کہ وہ انسانوں کو کائنات پر تسلط دلا دیں اور نمائندگانِ خداوندی کا دیدار دلیل کے ساتھ اللہ کا دیدار ہے۔

14۔محمدؐ و علیؑ کی عرش نشینی کے ساتھ ساتھ عالم گیر خبیر کی حیثیت بھی

عرش نشینی کے بغیر تدبر کائنات ممکن ہی نہ تھا اس لئے عرش نشینی کا بار بار قرآن میں ذکر کیا گیا ہے یہاں بھی وہی ذکر ہے مگر ساتھ ہی ایک عالم گیر معلومات رکھنے والے خبیر کا بھی پتہ دیا گیا ہے۔

"اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًاo(25/59)

مودودی ترجمہ:۔"وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی (کائنات کے تخت سلطنت)

''عرش'' پر جلوہ فرما ہوا۔رحمٰن، اسکی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو۔''
(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 460)

ترجمہ پر ایک نظر اور تشریحات پر توجہ۔ یہ مودودی کا عام ترجمہ ہے اس میں آخری جملہ سادہ مگر بڑا معنی خیز ہے۔ آیت کے مخاطب رسولؐ اللہ صلی اللہ و آلہ وسلم ہیں اور اُن سے کہا یہ گیا ہے کہ رحمٰن اور اُس کے متعلقات اور کائنات کے متعلق کسی خبیر سے سوالات کیا کرو۔ لہٰذا وہ خبیر کون ہوسکتا ہے یا کون تھا؟ جو رسولؐ اللہ کے علاوہ شخص ہو اور رحمٰن اور متعلقات رحمٰن اور کائنات پر وہ معلومات رکھتا ہو جن کو جاننے کی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو احتیاج ہو اور وہ معلومات عین اللہ کے علم کے مطابق صحیح ہوں۔ یہاں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا نام لینا ممکن ہی نہیں ہے۔اسی لئے مودودی نے اس کی تشریح پر قلم نہیں اٹھایا اور خاموشی سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

15۔ اِستوٰی کے تمام گزشتہ و آئندہ معنی غلط ہو گئے

یہ آیت اور اس کا ترجمہ دیکھنے سے مودودی کے تمام مصنوعی مفاہیم اور تراجم غلط ہو گئے دیکھیے۔ ''هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ o (2/29)

مودودی ترجمہ:۔''وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کئے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 61)

اگر یہاں ''استوٰی'' کے معنی توجہ فرمانا صحیح ہیں تو استوی علی العرش کے معنی ''عرش پر توجہ فرمائی'' ہونا چاہیے۔ لہٰذا تخت حکومت اور جلوہ فرمائی سب بھرتی کے معنی ثابت ہو گئے۔ بہر حال قریشی مرغے کی ایک ہی ٹانگ ہوتی ہے۔

16۔ مودودی برابر اللہ کو تدبر و تعقل کرنے والا مانتے رہیں گے اور محدود رکھیں گے

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ..... الخ (10/3)

مودودی ترجمہ۔ ''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا اور کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔''

مودودی تشریح۔ ''4؎ یعنی پیدا کر کے وہ معطل نہیں ہو گیا بلکہ اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کے تخت سلطنت پر وہ خود جلوہ فرما ہوا اور اب سارے جہان کا انتظام عملاً اسی کے ہاتھ میں ہے۔ نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا نے کائنات کو پیدا کر کے یونہی چھوڑ دیا ہے کہ خود جس طرح چاہے چلتی رہے۔ یا دوسروں کے حوالے کر دیا ہے کہ وہ اس میں جیسا چاہیں تصرف کریں۔ قرآن اس کے برعکس یہ حقیقت پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالی اپنی تخلیق کی اس پوری کارگاہ پر آپ ہی حکمرانی کر رہا ہے تمام اختیارات اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ ساری زمام اقتدار پر وہ خود قابض ہے کائنات کے گوشے گوشے میں ہر وقت ہر آن جو کچھ ہو رہا ہے براہ راست اس کے حکم یا اذن سے ہو رہا ہے۔ اس جہان ہستی کے ساتھ اس کا تعلق صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ کبھی اسے وجود میں لایا تھا۔ بلکہ ہمہ وقت وہی اس کا مدّبر و منتظم ہے۔ اسی کے قائم رکھنے سے یہ قائم ہے اور اسی کے چلانے سے یہ چل رہا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 263-262) اگلی تشریح کا ایک جملہ یہ ہے کہ ''یعنی دنیا کی تدبیر و انتظام میں کسی دوسرے کا دخیل ہونا تو درکنار کوئی اتنا اختیار بھی نہیں رکھتا کہ خدا سے سفارش کر کے ......''۔ (ایضا صفحہ 263)

یہ بھی مودودی کا پرانی ہی قسم کا بیان ہے اس پر تنقید سے پہلے مولوی علی نقی عرف نقن کی تفسیر سے مودودی کے قدم بقدم دو بیان لکھے جاتے ہیں ان میں قارئین یہ دیکھیں گے کہ شیعہ

مجتہد کی تفسیر سنی عالم کی تفسیر ایک ہی سی ہوتی ہے اور عقائد تھرڈ کلاس ہوا کرتے ہیں پہلے اسی آیت (یونس 10/3) کا ترجمہ اور تفسیر دیکھ لیں:

نقن صاحب کا ترجمہ اور تفسیر: ''یقیناً تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر برقرار ہوا تدبیر کائنات کرتا ہوا۔'' اس آیت کے تمام پہلو پہلے آ چکے ہیں آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کرنا۔ عرش پر مستوی ہونا۔ یہ استواء جس کا ترجمہ ہم نے برقرار ہونے سے کیا ہے۔ جسمانی نہیں ہے بلکہ مقام انتساب میں نقطہ اعلیٰ کو عرش یعنی تخت سلطنت قرار دیا گیا ہے تو اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ عرش پر تدبیر کائنات بذات خود کر رہا ہے۔ یہ شرک کی اس قسم کے مقابلے میں ہے جو کائنات کے نظام مختلف دیوتاؤں پر تقسیم کر کے اللہ کو اس نظام سے بے تعلق بنا دیتی ہے۔''

(علی نقن تفسیر جلد نمبر 4 صفحہ 37)

اب دوسری آیت (13/2) کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ ہو۔ ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر کسی اڑانوں کے جنہیں تم دیکھو۔ پھر وہ پورے اقتدار کے ساتھ عرش پر متمکن ہوا اور سورج اور چاند کو پورے طور پر قابو میں رکھا کہ ہر ایک ایک مقررہ مدت تک رواں رہے۔ وہ انتظام کرتا ہے پوری سوجھ بوجھ کے ساتھ قدرت کی نشانیاں تشریح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ شاید تم اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین کرو۔''

(تفسیر علی نقن جلد 4 صفحہ 270)

یہاں نقن نے تفسیر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ترجمہ کر کے آگے بڑھ گئے ہیں۔

یہاں ان دونوں آیات (13/2، اور 10/3) میں مودودی تو مانتے ہی تھے علی نقی النقوی عرف نقن صاحب نے بھی کھل کر اللہ کو تدبر اور تعقل کرنے والا مانا ہے۔ اللہ کو عرش پر متمکن اور برقرار لکھ کر اسے ایک مقام پر محدود کیا ہے اور اللہ کو انسانوں کے دیدار کے قابل مانا ہے

اور یہ تین باتیں اگر اللہ میں مان لی جائیں تو اللہ اللہ نہیں رہتا۔یعنی دوسرے الفاظ میں نقن صاحب ان احادیث پر ایمان نہیں رکھتے جن میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے مدبّر بامْرِكَ فرمایا ہے اور اللہ کے دیدار اور زیارت کو امام عصر علیہ السلام کی زیارت فرمایا ہے اور حضرت محمدؐ و علی صلی اللہ علیہما وآل کو عرش نشین قرار دیا ہے۔ یہ مجتہدین کا فضائل و مقام محمدؐ وآل محمدؐ کا انکار۔اگر اس وقت ہمارے پاس نقن کی پوری تفسیر کی جلدیں ہوتیں تو ہم پورا تماشہ دکھاتے۔ بہرحال مودودی نے جو تشریح نمبر 4 میں آیت (10/3) میں کہا ہے اس میں مندرجہ بالا تین نقائص تو اللہ کی ذات میں برابر برقرار رہیں۔ یعنی اللہ تدبر و تعقل کرتا ہے۔تخت حکومت پر بیٹھتا ہے اور لوگوں کو نظر آ سکتا ہے (13/2) مگر مودودی نے فرشتوں کا مدبر کائنات ہونا اور کارکنان عالم ہونا جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

17۔ مودودی کا فرشتوں کو بے دخل کرنا پھر ملاحظہ ہو

تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى o اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى (20/4،5)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ”نازل کیا گیا ہے اُس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا ہے زمین کو اور بلند آسمانوں کو وہ رحمٰن (کائنات کے) تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہے۔“

<u>مودودی کی تشریح فرشتے غائب ہوگئے:</u>

”2؎ یعنی پیدا کرنے کے بعد کہیں جا کر سو نہیں گیا ہے بلکہ آپ اپنے کارخانہ تخلیق کا سارا انتظام چلا رہا ہے۔خود اس ناپیدا کنار سلطنت پر فرماں روائی کر رہا ہے خالق ہی نہیں ہے، <u>بالفعل حکمران بھی ہے</u>۔“ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 87)

اس بیان میں اللہ کے نقائص وہی ہیں جن کی طرف ہم نے بار بار توجہ دلائی ہے مگر وہ فرشتے جن کو مودودی کارکنان سلطنت اور وسائط خداوندی اور مدبرات الامور مانتے ہیں سب

رخصت کر دئے گئے اور اللہ کو بالفعل یعنی عملاً آ جا کر حکمرانی کرنے والا مانا ہے۔

18۔ مودودی ایسی حالت میں بھی محمدؐ کا خدا کی جگہ تشریف لانا اور آنا نہیں مانتے جہاں واقعی محمدؐ آئے تھے وہ اللہ کا آنا مانتے ہیں

یہاں ایک آیت دیکھ کر فیصلہ کرلیں کہ مودودی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچ مچ کا نمائندہ خداوندی نہیں مانتے اور اپنے شرک پر مصر رہتے چلے جاتے ہیں۔

هُوَالَّذِیٓ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡامِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ دِیَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ مَاظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡاوَظَنُّوٓااَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡ وَقَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَهُمۡ بِاَیۡدِیۡهِمۡ وَاَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فَاعۡتَبِرُوۡایٰاُولِی الۡاَبۡصَارِo(59/2)

مودودی ترجمہ:۔ ’’وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملہ میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اُن کی گڑھیاں انہیں اللہ سے بچالیں گی مگر اللہ ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خواپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کررہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروارہے تھے پس عبرت حاصل کروائے دیدہ بینا رکھنے والو۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 384-381)

یہاں مودودی نے صاف الفاظ میں اللہ کا آنا مان لیا ہے۔ لیکن درحقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نے حملہ کیا اور وہی اللہ کی جگہ آئے تھے۔ مگر مودودی اینڈ کمپنی ایسے واضح مقامات پر بھی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اللہ کا حقیقی نمائندہ نہیں مانتے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ کا ترجمہ ’’اللہ بصورت محمدؐ آیا‘‘ کیا ہے اور یہودیوں کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ اللہ کا آنا ہی محمدؐ کا آنا ہے۔ ہم یہ بتاچکے ہیں کہ جنہیں عربوں میں یہودی کہا جاتا تھا وہ حقیقی

معنی میں یہودی نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے یہود کے اجتہادی مذہب کو اختیار کرلیا تھا اور عرب ہی کے باشندے اور عرب ہی کی اقوام تھے اسی لئے ان کو قریش سے ہمدردی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے عداوت تھی وہ کئی حیثیتوں سے قریش کے ساتھ وابستہ تھے اور وابستہ رہنا چاہتے تھے۔قومی اور نسلی تعلق کے علاوہ تجارتی رشتہ اور گٹھ جوڑ بھی وابستگی کا سبب تھا۔

19۔ قرآن نورِ محمدیؐ اور دیگر انوار کا بار بار اور جگہ جگہ ذکر کرتا چلا گیا ہے

جہاں اللہ نے نورِ محمدیؐ کا تفصیلی اور مثالی ذکر کیا ہے وہاں مودودی نے اس نور کو اللہ ثابت کیا ہے اور اپنے پورے بیان میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔لیکن مودودی سے پہلے تمام سنی علما نے اس آیت (نور 24/35) سے نورِ محمدیؐ تسلیم کیا ہے۔ بہرحال پہلے آپ اس آیت کو سامنے رکھ لیں اور مودودی ہی کا ترجمہ بھی آیت کے ساتھ شامل کرلیں اللہ فرماتا ہے کہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o (24/35)

مودودی ترجمہ: ”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہنمائی فرماتا ہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات

سمجھتا ہے، وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔''

علامہ کے اس ترجمے پر نظر رکھئے اور علامہ کی تشریح ملاحظہ فرمایئے:

مودودی کی تشریح: ''62۔ آسمانوں اور زمین کا لفظ قرآن مجید میں بالعموم ''کائنات'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں آیت کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اللہ ساری کائنات کا نور ہے'' نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی جو آپ سے آپ ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے۔ انسان کے ذہن میں نور اور روشنی کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کچھ نہ سوجھنے کی کیفیت کا نام انسان نے اندھیرا اور تاریکی اور ظلمت رکھا ہے اور اسکے برعکس جب سب کچھ سجھائی دینے لگے اور ہر چیز ظاہر ہو جائے تو آدمی کہتا ہے کہ روشنی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''نور'' کا استعمال اسی بنیادی مفہوم کے لحاظ سے کیا گیا ہے، نہ اس معنی میں کہ معاذ اللہ وہ کوئی شعاع ہے جو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے اور ہماری آنکھ کے پردے پر پڑ کر دماغ کے مرکز بینائی کو متاثر کرتی ہے روشنی کی یہ مخصوص کیفیت اُس معنی کی حقیقت میں شامل نہیں ہے جس کیلئے انسانی ذہن نے یہ لفظ اختراع کیا ہے بلکہ اس پر اس لفظ کا اطلاق ان روشنیوں کے لحاظ سے کرتے ہیں جو اس مادی دنیا کے اندر ہمارے تجربے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے انسانی زبان کے جتنے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں وہ اپنے اصل بنیادی مفہوم کے اعتبار سے بولے جاتے ہیں نہ کہ ان کے مادی مدلولات کے اعتبار سے۔ مثلاً ہم اس کیلئے دیکھنے کا لفظ بولتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان اور حیوان کی طرح آنکھ نامی ایک عضو کے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ ہم اس کیلئے سننے کا لفظ بولتے ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ ہماری طرح کانوں کے ذریعہ سے سنتا ہے۔ اس کیلئے ہم پکڑ اور گرفت کے الفاظ بولتے ہیں۔ یہ اس معنی میں نہیں کہ وہ ہاتھ نامی ایک آلہ سے پکڑتا ہے۔ یہ سب الفاظ اس کیلئے ہمیشہ ایک

اطلاقی شان میں بولے جاتے ہیں اور صرف ایک کم عقل انسان ہی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ سماعت اور بینائی اور گرفت کی کوئی دوسری صورت اس محدود مخصوص قسم کی سماعت و بینائی اور گرفت کے سوا ہونی غیر ممکن ہے جو ہمارے تجربے میں آتی ہے۔ اسی طرح ''نور'' کے متعلق بھی یہ خیال کرنا محض ایک تنگ خیالی ہے کہ اس کے معنی کا مصداق صرف اس شعاع ہی کی صورت میں پایا جاسکتا ہے جو کسی چمکنے والے جرم سے نکل کر آنکھ کے پردے پر منعکس ہو۔ اللہ تعالی اس کا مصداق ان محدود معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ مطلق معنی میں ہے۔ یعنی اس کائنات میں وہی ایک اصل ''سبب ظہور'' ہے باقی یہاں تاریکی اور ظلمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسری روشنی دینے والی چیزیں بھی اس کی بخشی ہوئی روشنی سے روشن ہیں اور روشن گر ہیں۔ ورنہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں جس سے وہ یہ کرشمہ دکھا سکیں'' نور کا لفظ علم کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے برعکس جہل کو تاریکی اور ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اللہ ان معنی میں بھی کائنات کا نور ہے کہ یہاں حقائق کا علم اور راہ راست کا علم اگر مل سکتا ہے تو اسی سے مل سکتا ہے۔ اس سے فیض حاصل کئے بغیر جہالت کی تاریکی اور نتیجہ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ ممکن نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 407-405)

20۔ مودودی اللہ کو نور بنانے میں ناکام رہے ہیں خالق کو مخلوق بنادینا علامہ کے لئے ممکن نہ ہوا

یہاں تک علامہ نے پورا زور لگا دیا ہے کہ وہ اللہ کو نور بنا دیں مگر خود ان کا قلم ان کے خلاف ایسے الفاظ اور جملے لکھتا رہا ہے جس سے ان کی محنت و کوشش ضائع ہوتی رہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ نے خود کو'' کائنات کا نور'' فرمایا ہے مگر اس نور کو اللہ نہیں کہا ہے اور نہ اس نور کو اپنی جگہ اللہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ نہ کوئی ایسا اشارہ یا ضمیر بولی ہے جو اس نور کو اللہ کی جگہ دے دے۔ بلکہ اس کے خلاف اس نور کو اپنی مخلوق ثابت کرنے والے الفاظ

بولے ہیں۔ مثلاً مَثَلُ نُوْرِہٖ ’’اس کے نور کی مثال‘‘ یعنی اللہ کے نور کی مثال‘‘ مطلب صاف ہوگیا کہ ’’کائنات کا نور‘‘ درحقیقت ’’اللہ کا نور ہے‘‘ یعنی وہ نور خود اللہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی ملکیت یا مخلوق ہے۔ جیسے ’’اللہ کی کتاب‘‘ اللہ نہیں ہوتی۔ اور ’’اللہ کا رسولؐ‘‘ اللہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی مخلوق ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سے مضاف ہونے والی تمام چیزیں اللہ کی مخلوق ہوتی ہیں پھر ترجمے میں مودودی نے خود ہی یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

۔’’اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہنمائی فرماتا ہے۔‘‘ یعنی وہ نور اللہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا ایسا نور ہے جس کی طرف اللہ راہ نمائی فرماتا ہے۔ یعنی اللہ اور چیز ہے اور اس کا نور جدا چیز ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ پھر بہت بڑی بات یہ ہے کہ اللہ اپنے اس نور کی مثالیں دے کر لوگوں کو نور کی پوزیشن سمجھاتا ہے جب کہ اللہ نے اپنی ذات کیلئے فرمایا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (42/11) اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی ہے۔‘‘ اور اس نور کی مثالوں کے تو اللہ نے ڈھیر لگا دیئے ہیں اور ثابت کردیا ہے کہ اللہ کے نور کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ نور مخلوق ہے خالق نہیں ہے اور شجرہ مبارکہ کا ثمر ہے جو کسی سمت کا محتاج نہیں ہے اور وہ ایسا نور ہے جو نُوْرٌ عَلَی النُّور ہے یعنی دوسرے انوار سے مرکب ہے۔ اللہ اگر خود نور ہوتا تو اس پر اور کون سا نور ہوسکتا تھا اور وہ گھٹنے اور بڑھنے والا نہ کہلا سکتا تھا۔ یہاں تک علامہ کے ترجمہ سے اللہ نور نہ رہا بلکہ اللہ کا نور یعنی اللہ کی ایک نوری مخلوق ثابت ہوگیا۔

21۔ اگر اللہ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہنے سے اللہ یا خالق بنایا جاسکتا ہے تو جہاں بھی ایسی اضافت ہے وہاں اللہ ماننا ہوگا

آسمانوں اور زمین کا نور فرمانے سے تو وہ نور مقصود ہے جو نور ساری کائنات میں باعث ظہور خداوندی ہے۔ نہ کہ خود ذات خداوندی۔ بہرحال علامہ کی دلیل سے تو اللہ ایک

نہیں ہے بلکہ بہت سے اللہ موجود ہیں مثلاً:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o (57/12)

۔''اس دن جب کہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔(ان سے کہا جائے گا کہ) آج بشارت ہے تمہارے لئے جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی ہے بڑی کامیابی۔''(تفہیم 5 صفحہ 310-309)۔

یہاں بھی مومنین کے نور کو اللہ ماننا پڑے گا جب کہ آسمانوں اور زمین کا نور اللہ مانا گیا ہے۔ دوسرا مقام دیکھئے جہاں اسی طرح کی اضافت آتی ہے۔نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (66/8)''ان کا نور''ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا(تفہیم 6 صفحہ 32)۔

بتائیے اور سوچئے کہ اگر آسمانوں کا نور اللہ ہے تو''ان کا نور'' کیوں اللہ نہ ہوگا؟

ثابت ہوا کہ آسمانوں اور زمین کا نور اللہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا پیدا کیا ہوا نور ہے۔جو پوری کائنات میں برسر کار ہے۔پھر مودودی نے مانا ہے کہ:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ o (24/40)

''جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے پھر کوئی نور نہیں۔'' 73ؔ (تفہیم 3 صفحہ 412)

مودودی کی تشریح نے نور کو اللہ نہیں رہنے دیا ہے

۔''73ؔ یہاں پہنچ کر وہ اصل مدعا کھول دیا گیا ہے جس کی تمہید اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مضمون سے اٹھائی گئی تھی۔جب کائنات میں کوئی نور درحقیقت اللہ کے نور کے سوا نہیں ہے۔اور سارا ظہورِ حقائق اسی نور کی بدولت ہو رہا ہے،تو جو شخص اللہ سے نور نہ پائے وہ اگر

کامل تاریکی میں مبتلا نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟'' (تفہیم جلد 3 صفحہ 412)

اس بیان میں مودودی نے مان لیا کہ وہ نورؐ جسے کائنات کا نور کہا گیا تھا وہ اللہ کا نور تھا جو تقسیم کئے جانے کے قابل ہے کسی کو دیا جاتا ہے کسی کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے اور اللہ اُسی کائناتی نورؐ سے حقائق کا ظہور کر رہا ہے۔ وہ نورؐ نہ ہو تو کوئی حقیقت ظاہر نہیں ہوسکتی ہے اور یہی تو حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ۔''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا مجھے پسند آیا کہ ظاہر ہو جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے پیدا کر دیا۔''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وہ اوّلین نور ہیں جو مخلوقات سے اللہ کا تعارف کرانے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔

22۔ کائنات میں نورؐ اللہ کی مخلوق ہے

اللہ نے فرمایا اور مودودی نے مانا ہے کہ:اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْابِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَo (6/1)

مودودی ترجمہ:''۔تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں ۔ پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 523)

یہ ترجمہ غلط اور حق کو چھپانے والا ہے

سب سے پہلے علامہ مودودی کافر ہیں۔اوّل اس لئے کہ یہاں انہوں نے لفظ'' اَلنُّوْر'' کو عام روشنی بنا دیا ہے حالانکہ اللہ نے الف لام لگا کر نور کو ایک خاص نور یا نور کی پوری جنس کو سامنے لانا چاہا تھا اور علامہ نے اسے وہ عام روشنی بنا دیا ہے جس کی تشریح انہوں نے سابقہ عنوان نمبر 19 میں کی ہے اور نور و عام روشنی کا فرق دکھایا ہے۔ دوم اس لئے کہ مودودی کفر کے اصلی معنی چھپانا بتانے کے بعد بھی اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے اصلی معنی نہیں کرتے (دیکھو تفہیم جلد اوّل صفحہ 129 حاشیہ نمبر 161) تیسرے اس لئے کہ اس آیت میں ''ہمسر'' کیلئے کوئی

لفظ نہیں ہے یعنی علامہ ترجمہ میں بے تکلف اضافہ کرتے ہیں اوراس آیت میں لفظ ''یَعۡدِلُوۡن'' کے معنی عدل کی خلاف ورزی ہیں۔یعنی حق پوش گروہ تخلیق میں عدل یعنی النور کو چھپاتا ہے۔

23۔ نور کی مختلف صورتیں اور تذکرہ قرآن میں کیسے ہوا ہے؟

مودودی صاحب برابر نور کا ترجمہ روشنی کرتے اور نور کی حقیقت کو چھپاتے چلے جائیں گے یہاں دیکھئے اللہ کیا فرماتا ہے اور مودودی کیا کہتے ہیں؟

(23/1) اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَعَلٰی نُوۡرٍمِّنۡ رَّبِّہٖ (39/22)

مودودی: ''اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے (اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا؟)'' (تفہیم جلد 4 صفحہ 367-366)(39/22)

اللہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ملنے والے نورؐ کے راستے پر قائم ہے۔مگر مودودی اس نورؐ کو عام روشنی قرار دیتے ہیں۔

(23/2) وہ نورؐ جس کی ضرورت منافقوں کو بھی پڑے گی مگر مومنین ان کو نور میں حصہ نہ دیں گے

رجعت میں وہ نور مومنین کو جنت میں لیجائے گا اور منافقوں کو اندھیرے میں چھوڑ جائیگا۔

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا فَضُرِبَ بَیۡنَھُمۡ بِسُوۡرٍلَّہٗ بَابٌ بَاطِنُہٗ فِیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَظَاھِرُہٗ مِنۡ قِبَلِہِ الۡعَذَابُ o (57/13)

مودودی:۔''اس روز منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے ذرا ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں مگران سے کہا جائے گا پیچھے

ہٹ جاؤ، اپنا نورؒ کہیں اور تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دروازے کے اندر رحمتؐ ہوگی اور باہر عذاب۔‘‘
(تفہیم 5 صفحہ 312-311)

مودودی کو جہاں بھی موقع ملتا ہے ترجمہ غلط کرلیا کرتے ہیں یہاں الفاظ تھے فَالْتَمِسُوْا نُــــوْرًا اور معنی ہونا چاہیں تھے۔’’چنانچہ تم بھی اپنے لئے نور حاصل کرنے کا التماس کرو۔‘‘ جس سے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہاں کوئی ہستی نور عطا کرنے والی موجود ہے اور وہ ہستی جناب قائم آل محمدؐ علیہ السلام ہیں اور مودودی نہ رجعت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں نہ قائم آل محمد علیہ السلام کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ فَالْتَمِسُوْا تو ایسا لفظ تھا جس میں اردو جاننے والوں کو بھی لفظ التماس نظر آ سکتا تھا۔

(23/3) قرآن میں اس نورؐ سے دوہرا حصہ دینے کی ترکیب وطریقہ بتادیا گیا ہے

رَحْمَةٌ لِلْعَالمینؐ ہی کے نور میں سے ایک حصہ دینے کا وعدہ فرمایا گیا ہے.
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (57/28)

مودودی۔ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اللہ تمہیں اپنی رحمتؐ کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نورؐ بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تمہارے قصور معاف کردے گا اللہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔‘‘ (تفہیم جلد 5 صفحہ 334-333)

یہاں جن مومنین کو اللہ سے ڈرنے اور رسولؐ اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے ظاہر ہے کہ وہ وہی مومنین تھے جو رسولؐ اللہ کی حکومت میں شامل ہوسکنے کی امید پر ایمان لائے تھے اور جنہوں نے آج تک بھی آنحضرتؐ پر صحیح معنی میں ایمان اختیار نہیں کیا ہے جو حضورؐ

کو اپنے جیسا خاطی انسان مانتے تھے اور ان کی اصلاح کے لئے حکومت میں حصہ طلب کرتے تھے (3/154) تاکہ مشوروں کے ذریعہ سے رسولؐ اللہ کو غلط فیصلے کرنے سے روکا جائے (3/159) ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم رسولؐ پر بھی ایمان لے آؤ تو ہم تمہیں رسولؐ سے (رحمۃ للعالمینؐ سے) دوہرا حصہ دلوائیں گے اور تمہارے لئے راہنمائی کرنے والا ایک نورؐ متعین کر دیں گے اور تمہارے سابقہ (3/159) گناہ بخش دیں گے اور اپنی بخششوں اور رحیمی کو ارزاں کر دیں گے۔''

مودودی جانتے بوجھتے مغفرت اور معافی کو گڈ مڈ کر کے دونوں کے معانی و مفہوم کو ایک ہی کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ معافی کے معنی نظر انداز کر دینا۔ فاضل سمجھ لینا اور آئندہ کے لئے اصلاح کا موقع دینا ہیں۔ (2/219)

(23/4) وہی نوؐر مُردوں کو زندگی عطا کرنے کا ذریعہ ہے اسی نورؐ سے لوگوں میں عزت ملتی ہے احترام ہوتا ہے

اب یہ دیکھئے کہ اس نورؐ سے مُردے زندہ کئے جا سکتے ہیں اور زندگی کو باوقار بنایا جا سکتا ہے۔

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَo (6/122)

مودودی۔ ''کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو وہ نورؐ عطا کیا جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے۔ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو اور کسی طرح اُن سے نہ نکلتا ہو؟ کافروں کے لئے تو اسی طرح ان کے اعمال خوشنما بنا دیئے گئے ہیں۔'' (6/122)

(تفہیم القرآن جلد اوّل۔ صفحہ 578)

علامہ کا معمول ہے کہ جہاں جہاں اللہ کے اس نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آئے وہاں نور کو عام روشنی بنادیں اور غلط ترجمہ کرتے جائیں علامہ کے ترجمہ کا یہ جملہ کہ۔ ''زندگی کی راہ طے کرتا ہے''۔ سراسر کھلا ہوا اضافہ ہے آیت میں اس جملے کے لئے عربی الفاظ نہیں ہیں۔ یہ تو اس عطا شدہ زندگی ہی کا دوسرا نام ہے جس سے وہ شخص لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

(23/5) وہی نور موسیٰؑ کو بھی ملا تھا جسے علما نے یعنی موسیٰؑ کے مجتہدین نے قرطاسوں کا نام دے دیا تھا

مسلمان علما اور عوام حدیث قرطاس کو جانتے ہیں یعنی جب رسولؐ نے کاغذ اور قلم و دوات طلب کی تھی۔ یعنی قرطاس کے معنی امت محمدیہؐ نے کاغذ کئے ہیں لہٰذا سنئے اللہ کیا فرماتا ہے؟

وَمَاقَدَرُو االلّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنۡ شَیۡءٍ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ الَّذِیۡ جَآءَ بِہٖ مُوۡسٰی نُوۡرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَہٗ قَرَاطِیۡسَ تُبۡدُوۡنَھَا وَتُخۡفُوۡنَ کَثِیۡرًا وَعُلِّمۡتُمۡ مَّالَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُکُمۡ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡھُمۡ فِیۡ خَوۡضِہِمۡ یَلۡعَبُوۡنَo(6/92)

مودودی:۔ ''ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰؑ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی (نور) اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو، اور جس کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو نہ تمہیں حاصل تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو، آخر اُس کا نازل کرنے والا کون تھا؟ بس اتنا کہہ دو کہ اللہ، پھر انہیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دو۔''

ہماری تنقید اور تشریح: پہلے نمبر پر مودودی نے آیت کے پہلے ہی جملے کا غلط ترجمہ کیا ہے۔

اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ان مخاطب لوگوں نے اللہ کی اُتنی قدر نہیں کی ہے جو قدر و منزلت کا حق تھا۔ انہوں نے جو یہ کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا سراسر غلط الزام ہے۔ تا کہ وہ اس بہانے سے قرآن کو اللہ کا نازل کردہ نہ مانیں ۔ یہ احسان فراموشی ہے ۔ دوسرے نمبر پر مودودی نے الزام یہودیوں پر لگایا ہے جو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبیؑ مانتے تھے اور توریت کو موسیٰؑ پر نازل ہونے والی کتاب مانتے تھے۔ لہٰذا یہودی ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ بشر پر کچھ نازل نہیں ہوا یہ تو قرآن میں قریش کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ نہ بشر رسولؐ ہو سکتا ہے نہ بشر پر وحی آ سکتی ہے۔ لہٰذا مخاطب قریش ہیں انہوں ہی نے یہ الزام لگایا اور اللہ کی بے قدری کی تھی اور اس آیت سے یہ نئی اطلاع ملتی ہے کہ قریش کے پاس توریت تھی جسے انہوں نے پاروں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جس طرح بعد میں قرآن کو پاروں میں تقسیم کیا ہے اور پاروں میں یا کاغذوں اور ورقوں میں تقسیم کرنے کا مدعا یہ تھا کہ ساری توریت سامنے لانے اور دکھانے سے بچا جائے لہٰذا زیر بحث مسئلے سے متعلق اوراق سامنے رکھ دیئے جائیں اور کثیر حصہ کو چھپا لیا جائے ۔ لہٰذا ان ہی کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بشر تھے اور ان پر توریت کا نازل ہونا بھی مسلمہ ہے لہٰذا تمہارا اعتراض و الزام غلط ہے اور تمہارے پاس پوری توریت موجود ہے اور آیت کے آخری جملے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قریش توریت کے ورقوں اور کاغذوں سے بطور غور و خوص کھیلتے رہتے تھے۔ لہٰذا اس آیت میں تَجۡعَلُوۡنَهٗ (تم نے کر رکھا ہے یا تم کرتے ہو) اور تُبۡدُوۡنَهَا (تم ان کاغذوں کو ظاہر کرتے ہو) اور تُخۡفُوۡنَ (تم چھپاتے ہو) سے مخاطب یعنی قریش ملزم قرار پاتے ہیں اور یہ تو واضح اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہ نورؐ عطا ہوا تھا جس پر یہ عنوانات لکھے جا رہے ہیں۔

(23/6) محمدؐ کا کام لوگوں کو ایک نورؑ کی طرف راہنمائی کرنا تھا۔ یعنی نورِ محمدیؐ نورِ علویؑ کی طرف راہنمائی کرتا تھا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ خود نورؐ تھے اور وہ نورؑ ہی کی طرف راہنمائی کرتے تھے جو اُنکے زمانے میں علی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہ تھا سنئے۔

قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا o(65/10) رَّسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا o(65/11)

مودودی ترجمہ ''اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کردی ہے ایک ایسا رسولؐ جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایات دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ نے ایسے شخص کے لئے بہترین رزق رکھا ہے۔''
(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 581-580)

یہاں بھی مودودی نے زبردستی غلط ترجمہ کیا ہے پہلی آیت (65/10) میں ذکر کو محمدؐ سے الگ رکھنے کے لئے ترجمہ نصیحت کردیا ہے حالانکہ ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ۔ ''یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ایک مجسم ذکر رسولؐ کی صورت میں نازل کیا ہے''۔

لہٰذا اپنی تشریح میں اس غلطی کو تسلیم کیا ہے سنئے:

مودودی کی تشریح ''21ے مفسرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے، اور رسولؐ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، یعنی آپؐ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ پہلی تفسیر کی رو سے فقرہ یوں بنانا پڑے گا کہ ''ہم نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسولؐ بھیجا ہے'' قرآن کی عبارت میں اس تبدیلی کی آخر کیا ضرورت ہے جب کہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح بامعنی ہے بلکہ زیادہ پُر معنی بھی ہے۔'' (تفہیم القرآن 5 صفحہ 580)

یہاں علامہ بہرحال رسوؐل کی تنزیل کا مقصد غائب کر گئے ہیں اور اس نوؔر کو عام روشنی قرار دے کر گزر گئے ہیں۔ بہرحال رسولؐ کا کام لوگوں کو ایک نوؔر کی طرف لانا ہے۔

(23/7) رسوؐل کی رسوؐل کی حیثیت سے مفصل ذمہ داریاں اور اُمت کے کرنے کے کام اور ان کی ذمہ داریاں

اب ہم ایک طویل آیت لانا چاہتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ایک بات ٹھیک سے سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن سے ہدایات ملتی ہیں مگر قرآن خود ان ہدایات پر عمل کرتا ہوا نہیں پایا جاسکتا۔ اس لئے کہ وہ ایک سطروں میں لکھی ہوئی کتاب ہے۔ کتاب خود عمل نہیں کرسکتی لہٰذا اس کی پیروی بھی نہیں کی جاسکتی۔ پیروی عمل کی ہوتی ہے۔ کتاب کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا جہاں جہاں قرآن میں قرآن کی اتباع یا پیروی کا حکم ہے وہاں مجسم قرآن یعنی صاحب قرآن علیہ السلام یا قرآن ناطق کی پیروی کا حکم مانا جائے گا۔ اب آیت سنئے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ

اِلَّاھُوَیُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ فَاٰمِنُوۡابِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تَھۡتَدُوۡنَ o (7/157-158)

مودودی: ’’(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبرؐ نبی اُمیؐ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے بدی سے روکتا ہے۔ ان کے لئے پاک چیز حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اے محمدؐ، کہو کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبرؐ ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیؐ اُمی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے۔‘‘

اس ترجمہ پر ہمیں اصلاحات اور تنقید کرنا پڑیں گی اور سب سے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ:

(23/8) نازل شدہ رسولؐ کے ساتھ تمام انوارؐ و کتاب بھی نازل ہو جانا چاہئیں

ہدایت واتباع کا تمام سامان

نبیؐ کی لقب اُمی کا قریشی معنی نہیں بلکہ اُم القریٰ (6/92) کا باشندہ نبیؐ ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ اَلۡمَعۡرُوۡف اور اَلۡمُنۡکَر کے معنی نیکی اور بدی نہیں ہوتے بلکہ عالمی پسندیدہ چیزیں اور عالمی ناپسندیدہ باتیں ہوتے ہیں اور یہ کہ اَلنُّوۡر کے معنی عام روشنی نہیں بلکہ نور کی پوری جنس ہوتے ہیں اور یہ کہ روشنی کی اتباع ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ مجسم

اور خود کوئی راہ عمل اختیار نہ کر لے۔لہٰذا یہ وہی مطلق نورؐ ہے جو اللہ کے احکامات وہدایات پر عمل کر کے دکھانے والا ہے اور جس کی پیروی لازم کی گئی ہے اور جو رسولؐ کے ساتھ ہی نازل کیا گیا تھا۔اور تمام کائنات کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم رکھتا تھا۔

(23/9) چند آدمیوں سے یہ کہنا کہ میں تم سب کی طرف رسولؐ ہوں غلط ہے اس لئے کہ وہ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا ہو ہی نہیں سکتے ہیں

یہ خطاب اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ جب پوری نوعِ انسان سامنے مخاطب ہو۔ لہٰذا اس حکم کی تعمیل کے لئے ضروری ہے کہ اسی وقت خطاب کیا جاتا جب اللہ نے تمام انسانوں سے پوچھا تھا کہ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؟قَالُوۡا بَلٰی شَہِدۡنَا (7/172)۔اس کے فورا بعد اور اسی حالت میں رسولؐ کو یہ حکم ملنا چاہئے کہ: قُلۡ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (7/158)۔یعنی اے وہ تمام انسانوں جنہوں نے اللہ کو اپنا رب مانا ہے مجھے اپنا رسولؐ مانو (7/172)۔

(23/10) اللہ پر ایمان اور اللہ کے تمام کلمات پر ایمان لانے اور سمجھنے کے معنی کیا ہیں؟ معلومات محمدی لگ بھگ اللہ کے برابر بنتی ہیں

اس سلسلے میں قارئین کو قرآن کریم سے دو آیات اور مودودی کے تراجم اور تشریحات پہلے دیکھنا ہوں گی پھر ہم بات کریں گے سنئے:

قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًاo (18/109) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 50)

مودودی "اے محمدؐ کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔"

وَلَوْ اَنَّ مَافِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّانَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ o(31/27)

دوسری آیت: مودودی: ''زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر دوات بن جائے جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں لکھنے سے ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔'' (31/27)

مودودی کی پہلی تشریح دیکھیں: مودودی تشریح ''48 ''باتوں'' سے مراد اللہ کے کام اور کمالات اور قدرت کے عجائب اور حکمتیں ہیں تشریح کیلئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم لقمان حاشیہ نمبر 48۔

مودودی حاشیہ نمبر 48: ''48 اللہ کی باتوں سے مراد ہیں اسکے تخلیقی کام اور اس کی قدرت وحکمت کے کرشمے۔ یہ مضمون اس سے ذرا مختلف الفاظ میں سورہ کہف آیت 109 میں بھی بیان ہوا ہے۔ بظاہر ایک شخص یہ گمان کرے گا کہ اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر آدمی تھوڑا سا غور کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ درحقیقت اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں ہے جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کر سکتے ہیں۔ ان سے اللہ کی قدرت وحکمت اور اس کی تخلیق کے سارے کرشمے تو درکنار، شاید موجودات عالم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جاسکتی۔ تنہا اس زمین پر جتنی موجودات پائی جاتی ہیں اس کا شمار مشکل ہے، کجا اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات ضبط تحریر میں لائی جاسکیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 23)

(23/11) ہماری وضاحت حضرت آدمؑ کو پیش کرتی ہے جو تمام اَسماء کے عالم اور ملاقات کر چکے تھے

ہمیں قارئین کو صرف یہ یاد دلانا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس کائنات کے تمام اسماء کا

علم دیا گیا تھا (2/31) اور فرمایا گیا ہے کہ:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o (2/37)

۔'' چنانچہ اللہ نے آدمؑ کی اپنے کلماتؑ سے ملاقات کرادی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا وہ تو ہے ہی متوجہ رہنے والا رحیم''۔(تَلَقّٰی کا بنیادی مادہ و مصدر لِقَاءٌ اور معنی ہیں ملنا ملاقات کرنا) لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو حضرت آدم علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر ہیں اور خود کلمات خداوندی کی بنیاد ہیں۔ یہاں تو آپ مودودی کی ان دونوں تشریحات سے حضرت آدم علیہ السلام کا مقام دیکھیں کہ نبوت کتنے علم سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوگی؟ ساتھ ہی یہ بھی نہ بھولیں کہ مودودی نے کائنات کے نور کو اللہ قرار دیا ہے اور اسے علم بھی مانا ہے۔ لہٰذا اسی بنا پر ہم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کو اللہ کے لگ بھگ علم کا عالم لکھا ہے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کی رحمت ونذیر ہیں اس کے پروردہ ہیں جو کچھ بھی ہیں وہ کچھ انہیں اللہ نے بنایا ہے اور وہ ہمیشہ ہر معاملے میں اللہ کے محتاج ہیں اور اللہ کے پاس انہیں دینے کے لئے ابھی لامحدود سامان ہے جو ہر لحہ ترقی فرمارہے ہیں اور اُسی لئے ہمیں حکم ہے کہ محمدؐ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہیں تا کہ ان کی ترقی اور بلندی جاری رہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کو حکم دیا گیا تھا کہ مجھ سے اپنے علم میں اضافہ کی دعا مانگتے رہا کرو قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (20/114) بہر حال محمدؐ کچھ بھی ہوں اللہ کے سامنے کچھ نہیں ہیں۔ یہ میرا اور میرے رفقاءِ کار کا عقیدہ ہے اور ہم اس عقیدہ کو برقرار رکھنے ہی کے لئے فضائل محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور باقی آئمہ صلوۃ اللہ علیھم بیان کرتے ہیں۔ ان پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے بعد ان کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لوگوں کا جمود توڑنے کے لئے ایسی باتیں بھی کرتے ہیں کہ وہ گھبرا کر چونک اٹھیں اور غور کریں۔ بہر حال قرآن کے نور کے متعلق ابھی چند بیانات اور سنیں:

(23/12) نبیؐ کے نورؐ کی تکمیل واتمام کی دعائیں قیامت تک جاری رہیں گی اسی پر نوعِ انسان کی ترقی منحصر ہے

اللہ نے اس سلسلے میں خود تاکید فرمائی ہے۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ،نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَانُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَااِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo (تحریم 66/8)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی طرف متوجہ رہو اور ایسی توجہ رکھو جس کو نصیحت انگیز توجہ کہا جا سکے اور قریب ہے کہ ہم تمہاری خرابیوں اور برائیوں کو تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں اپنی ان جنتوں میں بھی داخل کر دیں جن میں نہروں کی بھرمار رہتی ہے اور اس دن اللہ اپنے نبیؐ کو اور جو اُس کے ازلی ساتھی ہیں بے عزت نہ ہونے دیں گے۔ ان کا نورؐ ان کے سامنے اور داہنے بائیں چلا جا رہا ہوگا اور وہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے نورؐ کو مکمل کر دے اور ہمارے لئے تحفظ کے سامان میں اضافہ کرتا رہ یقیناً تجھے ہماری تمام دعاؤں کو پورا کرنے کی قدرت ہے۔‘‘

(23/13) محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنینؑ اور آئمہؑ کی پوزیشن باقی انسانوں کے مقابلے میں نورؐ کی بناء پر

قرآن پڑھیے اور محمدؐ اور اجزائے نورِ محمد کو باقی انسانوں کے مقابلے میں دیکھیے:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ O وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ O وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ Oوَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ O اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ O اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ

بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ o (35/19-24)

''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے ۔تاریکیاں اور نورؐ برابر نہیں ہو سکتے ۔ سایہ چھاؤں اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے زندہ اور مردے برابر نہیں ہو سکتے یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے سننے پر مجبور کر سکتا ہے اور تم ان لوگوں ہی کو سننے پر مجبور نہیں کر سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں ۔تم تو صرف نذیر ہی ہو۔ یقیناً ہم نے تمہیں حق کے ساتھ ساتھ نذیر و بشیر بنا کر بھیجا ہے اور کوئی بھی امت ایسی نہیں گزری جس میں نذیر نہ گزرا ہو۔''

اللہ نے محمدؐ وآل محمدؑ اور باقی انسانوں کا فرق واضح کر دیا ہے: وہ اگر مجسمہ بصارت ہیں تو باقی لوگ چوپٹ اندھے ہیں اور البصیر اندھوں کے برابر کیسے ہوں گے؟ وہ اگر نور مطلق ہیں تو باقی لوگ سراسر تاریکیاں ہیں اور تاریکی مجسم نور کے برابر کیسے ہوگی؟ وہ اگر سر سے پیر تک چھاؤں ہیں تو باقی لوگ صرف دھوپ اور گرمی ہیں لہٰذا چھاؤں اور دھوپ کیسے ہم پلہ ہوگی؟ پھر وہ اگر سرتاپا زندگی اور حیات ہیں تو باقی لوگ سراسر موت ہیں لہٰذا زندگی اور موت میں برابری کیسے ہوگی؟ اس لئے کہ تمہیں حقیقت حال کا علم نہیں ہے؟ یہ کوئی دلیل نہیں ہے برابر ہونے کی یہ تو تمہاری جہالت کی دلیل ہے۔

(23/14) رسولؐ اللہ کے ساتھ نازل ہونے والے نورؑ پر بھی ایمان لایا جائے گا مگر قریش نے نہ لانا ہے کفار تو نہ رسولؐ کا نازل ہونا مانتے ہیں نہ قرآن کا ایک دم اترنا مانتے ہیں ۔

حق کو چھپانے والے یہ کہتے تھے کہ ہمیں قیامت میں اٹھایا ہی نہیں جائے گا۔

زَعَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ لَّنۡ يُّبۡعَثُوۡا قُلۡ بَلٰى وَرَبِّىۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ O فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلۡنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ o (64/7-8)

مودودی۔ ''منکرین نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے ان سے کہو''نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر ضرور تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے اور ایسا کرنا اللہ کیلئے بہت آسان ہے۔پس ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسولؐ پر، اور اس روشنی پر جو ہم نے نازل کی ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 534 تا صفحہ 536)

ہماری تنقید: آیت کا آخری جملہ بتاتا ہے کہ مخاطب مومنین ایمان لانے میں گڑبڑ کرتے ہیں اور مودودی تو ترجمہ ہی غلط کر دیتے ہیں تو لوگوں کی خطائیں ان ہی کے ذمہ ہیں۔ وہ کفر کے اصلی معنی جانتے ہیں مگر قریشی لیڈروں کو آیت کی مار سے بچانے کیلئے قارئین کی توجہ منکرین کی طرف پھیر دیتے ہیں اور النُّوْر کو عام روشنی بنا دیتے ہیں۔ اپنی تشریح نمبر 18 میں اس روشنی سے قرآن مراد لیا ہے مگر وہ اور ان کے بزرگ تو قرآن کو 23 سال میں اترنے والا مانتے ہیں اس پر رسولؐ کی طرح کیسے ایمان لایا جا سکتا تھا جب کہ نہ سارا قرآن سامنے ہے نہ یہ علم کہ قرآن کتنا بڑا ہے اور اس میں کیا کیا ہے؟ مودودی کو پہلے یہ ماننا ہوگا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نازل ہونے والے رسولؐ ہیں اور پھر یہ ماننا ہوگا کہ ان کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام بھی نازل ہوئے تھے اور قرآن ان کے ساتھ تھا اور اللہ کو جہاں قرآن پر ایمان لانے کی بات کرنا ہوتی ہے وہ صاف الفاظ میں لفظ کتاب یا الکتاب بول دیتا ہے اسے تمہاری تشریح کی احتیاج نہیں ہوتی ہے۔

(23/15) مودودی، مشرک اور کافر اپنی کہانیوں سے اللہ کے اَلنُّوْر کو بجھا دینا اور چھپا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ اسے کامل کر کے رہے گا

یہ بڑا پرانا قصہ ہے کہ حق کو چھپانے والے لوگوں نے مسلسل کوشش کی ہے کہ وہ اللہ کے نور کو قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے غائب کر دیں مگر اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے

نوؐر کو مکمل طور پر ظاہر و غالب و کامل کر کے رہے گا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ O هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O (61/8-9)

مودودی: ''یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

(تفہیم القران جلد 5 صفحہ 477-476)

یہ بڑی موزوں جگہ تھی جہاں پھونکوں سے بجھانے کیلئے مودودی کو چراغ کی روشنی ترجمہ کرنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ نور تو پھونکوں سے بجھایا نہیں جاسکتا۔ پھر اللہ نے یہ نہیں کہا کہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ پھونکوں سے بجھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور منہ سے صرف پھونک ہی نہیں بلکہ افواہیں بھی منہ سے پھیلائی جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قصوں کہانیوں اور افسانے گھڑ کر اس نور کو چھپا دینا چاہتے ہیں اور چھپا دینے ہی کے معنی میں پہلے کافروں کی ناگواری کا ذکر کیا اور پھر حکومت میں شریک ہو جانے کی کوشش کرنے والوں کو مشرک قرار دیا ہے اور مودودی کا مطلب یہ تھا کہ ساری دنیا پر قبضہ کرنا جائز کر لیں دیکھو ان کی تشریح نمبر 13 اسی نوؐر کا پھر ذکر ہوگا تو ہم مودودی کی تشریح بھی لکھیں گے اور بتائیں گے کہ مودودی کو حروف الف لام کی خصوصیت معلوم ہے جس کو انہوں نے نور سے متعلق تمام آیات میں چھپایا ہے اور برابر النور کو عام روشنی بناتے چلے آئے ہیں اور خاص طور پر جہاں جہاں حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور فرمایا گیا ہے

وہاں تو پوری ڈھٹائی اوردھاندلی سے انہیں قرآن بنادینے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ حضرت علی علیہ السلام ہی درحقیقت قرآن ناطق ہیں۔مگرعوام قارئین کی نظر مودودی کے بیانات میں الجھ کررہ جاتی ہے۔

(23/16) محمدؐ پر ایمان لانے کا ازلی معاہدہ بطور اپیل دوہرایا گیا ہے آیتوں کے نزول کا سبب ایک نورؑ کی طرف راہ نمائی کرنا ہے

وہ عہد جو اللہ نے اپنے رب ہونے پر لیا تھا(7/172)اسی میں آنحضرتؐ پر ایمان لانے کا میثاق لیا گیا تھا جسے یاد دلایا گیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ:

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ Oهُوَالَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO(57/8-9)

مودودی ترجمہ: ”تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسولؐ تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے؟اوروہ تم سے عہد لے چکا ہے۔اگر تم واقعی ماننے والے ہو؟ وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کررہا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اورمہربان ہے۔“(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 306-307)

مودودی کے ترجمے میں دھاندلی پر توجہ دینا ضروری ہے

پہلے تو یہ فیصلہ کرلیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت لوگوں کو ایک مکمل نور یعنی حضرت علی علیہ السلام کی طرف لے جائیں۔جسے چھپانے کے لئے مودودی نے نہ تو النور کا صحیح ترجمہ کیا جہاں نور پر الف لام موجود ہے اوراس کا ترجمہ روشنی ہو ہی نہیں سکتا۔اس کے بعد یہ دیکھئے کہ ایمان نہ لانے کی

شکایت کے بعد اللہ نے اپنے مخاطبوں سے یہ فرمایا ہے کہ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی ''اگر تم مومن ہو؟ جس کا مطلب یہ ہے کہ جن سے ایمان لانے کی اپیل کی گئی ہے وہ پہلے سے ایمان کے مدعی تھے ورنہ ان سے یہ کہنا کہ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم مومن ہو؟ غلط ہوجاتا ہے ۔یہی صورت حال مودودی کے سامنے پہلے آ چکی ہے سورہ اعراف کی (7/85) آیت کا ترجمہ اوران کی تشریح ملاحظہ ہو۔

قَدْجَآءَ تْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o (7/85)

مودودی ترجمہ: ''تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف راہ نمائی آ گئی ہے، لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو، اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہوچکی ہے، اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو؟''

مودودی کی تشریح: ''72 اس فقرے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود مدعی ایمان تھے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے، یہ دراصل بگڑے ہوئے مسلمان تھے اور اعتقادی واخلاقی فساد میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے اندر نہ صرف ایمان کا دعویٰ باقی تھا بلکہ اس پر انہیں فخر بھی تھا۔ اسی لئے حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ ''اگر تم مومن ہو'' تو تمہارے نزدیک خیر اور بھلائی راستبازی اور دیانت میں ہونی چاہیے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 55)

مودودی کی چالاکی اور عربوں کی پردہ پوشی

اگر زیر بحث آیت (57/8-9) میں مودودی یہ مان لیتے کہ عرب اور قریش پہلے سے مومن اور بگڑے ہوئے مسلمان تھے تو مودودی اینڈ کمپنی کی پوری سازش طشت ازبام ہوجاتی اور قریش پر کفر کا ڈالا ہوا پردہ اُٹھ جاتا اور قریشی حکومت کی تیار کردہ پوری تاریخ وتفسیر وروایات فراڈ ثابت ہوجاتیں۔ مگر ہم تفہیم القران کا ایسا مطالعہ کر چکے ہیں کہ

مودودی کے ہر جملے اور فیصلے کو نظر میں رکھتے ہیں اور ان کی تمام چالاکیاں اور فریب ان ہی کے جملوں اور فیصلوں سے پکڑ لیتے ہیں اور اسی لئے ہم نے ان کی تفسیر تفہیم القرآن کو سب سے بڑا افراڈ اور آنخضرتؐ پر سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے۔

(23/17) قیامت میں قائم قیامتؐ کے نور سے روشنی پھیل جائے گی ساری زمین جگمگانے لگے گی اور تمام انبیاءؑ حاضر ہوں گے

انصاران امام آخر الزمانؑ صور کی آواز سے متاثر نہ ہوں گے سنئے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ O وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَايُظْلَمُوْنَ o (زمر 69-39/68)

مودودی ترجمہ ''اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکا یک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، کتاب اعمال لاکر رکھ دی جائے گی، انبیاءؑ اور تمام گواہ حاضر کر دیئے جائیں گے، لوگوں کے درمیان ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ (زمر 69-39/68) (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 383-382)

مودودی کی حسب معمول دو غلطیاں

پہلی غلطی یہ ہے کہ آیات میں لفظ صور دو مرتبہ آیا ہے ایک مرتبہ الف لام کے ساتھ الصور اور دوسری مرتبہ الف لام کے بغیر سادہ صور مودودی نے ترجمہ میں کوئی فرق نہیں کیا۔ پہلی مرتبہ تمام صور یا خاص صور ترجمہ چاہئے تھا۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ علامہ نے

لفظ اعمال خود بڑھا دیا ہے۔ آیات میں صرف لفظ الْکِتٰب آیا ہے اور یہاں بھی مودودی نے الف لام کی پرواہ نہیں کی ہے اور یہ لاپرواہی علامہ کا پیشہ ہے اور ہمارا پیشہ حرام پیشہ لوگوں کو گرفتار کرنا ہے۔

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ امام آخر الزمان علیہ السلام کے انصار قیامت سے پہلے ہی حیات جاودان اور لامحدود اختیارات اور قدرتیں حاصل کر چکے ہوں گے لہٰذا نصرت امام علیہ السلام کے لئے آگے بڑھیں۔

پھر یہ غور فرمائیں کہ اللہ کے وجود کی روشنی تو ہر وقت زمین و زمان میں موجود ہے کوئی چیز راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ قیامت میں بھی اللہ کے وجود کا نور اسی طرح رہے گا۔ البتہ امام علیہ السلام کا نورؑ ہر وقت ظاہر نہیں ہوتا چونکہ وہ قیامت میں تخت عدالت پر بیٹھیں گے اس لئے زمین و زمان اُن کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔

پھر یہ سوچیں کہ آیات میں ان سب کے مرجانے کا ذکر ہوا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں کہیں بھی ہوں اور حرفِ مَنْ سے ذی حیات مراد ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ زندگی آسمانوں کے کُرّوں میں پہنچ چکی ہوگی اور ملائکہ بھی صاحبان حیات ہیں۔ لہٰذا وہ بھی مرجائیں گے اور دوسرے صور پر زندہ ہوجائیں گے اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوجائیں گے اور ارواح بھی صاحبان حیات ہیں لہٰذا دوسرے صور سے تمام ملائکہ و ارواح اور ساری نوعِ انسان زندہ ہوجائیں گے اور متعینہ ذمہ داریاں سنبھال لیں گے۔ یہاں جنات کو بھی شامل کرنا چاہیئے وہ بھی صاحبان حیات ہیں۔ وہ بھی حساب کے لئے حاضر ہوں گے اور تمام چرند و پرند بھی محشور ہوں گے اس لئے کہ وہ بھی اُمتیں ہیں (6/38)۔

(23/18) اللہ اور ملائکہ اپنے اپنے طریقہ سے مومنین پر درود بھیجتے ہیں تا کہ انہیں اس نورِ مطلق تک پہنچاتے رہیں

یہ یاد کریں کہ اللہ اور ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ پر درودمل کر بھیجتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام مومنین بھی ان پر درود وسلام بھیجتے رہیں (33/56) اور اسی سورہ میں اللہ یہ بھی کہتا ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا O تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا O یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا O وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا O وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِیْرًا O (33/43-47)

مودودی: ’’وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا استقبال سلام سے ہوگا اور ان کے لئے اللہ نے بڑا باعزت اجر فراہم کر رکھا ہے۔ اے نبیؐ ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ بشارت دے دو ان لوگوں کو جو (تم پر) ایمان لائے ہیں کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 104 تا صفحہ 108)

مودودی نے یُصَلِّیْ پر کافی بکواس کی ہے اور رسولؐ کا مرتبہ گرایا ہے جہنمی صحابہ دکھائے ہیں۔

ہمیں مودودی سے صرف اتنا کہنا ہے کہ اللہ خود بھی مومنین کو نورؐ مصطفوی کی طرف لاتا ہے پھر یہ کہنا ہے کہ تم نے یہاں انسانوں کی اللہ سے ملاقات مان لی ہے حالانکہ تم نے لکھا تھا کہ۔

’’خالق بذات خود کسی مقام پر متمکن نہیں ہے مگر بندہ اس کی ملاقات کے لئے ایک جگہ کا

محتاج ہے جہاں اس کے لئے تجلیات کومرکوز کیا جائے ورنہ اس کی شان اطلاق میں اس سے ملاقات بندہ محدود کے لئے ممکن نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

لہٰذا تم کم از کم ایک مشرک علامہ ثابت ہوگئے ہو۔ تم نے اسی جلد 2 کی فہرست صفحہ 659 پر لکھا ہے کہ۔ ''انسانی آنکھ اسے (اللہ کو) نہیں دیکھ سکتی۔'' تم ایک ملحد بھی ثابت ہوگئے ہو کیوں کہ تم نے لکھا ہے کہ۔ ''الحاد یہ ہے کہ خدا کو ایسے نام دیئے جائیں جو اس کے مرتبے سے فروتر ہوں۔ جو اس کے ادب کے منافی ہوں۔ جن سے عیوب اور نقائص اس کی طرف منسوب ہوتے ہوں یا جن سے اس کی ذات اقدس واعلی کے متعلق غلط عقیدے کا اظہار ہوتا ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 103)

سوچنے والوں کے نزدیک تمہارا یہ سب کچھ ماننے کے بعد بھی اللہ سے ملاقات ایک شیطانی جسارت ہے۔ جو اللہ کو محدود کرتی ہے یا محدود شخص کی رضامندی حاصل کرنے کا محتاج بناتی ہے۔ یہ وہی اللہ ہے جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو جھٹک کر فرمایا تھا کہ:

قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ .... الخ (7/143)

<u>مودودی:</u> ''فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 77)

یہاں قارئین نوٹ کریں کہ وہ تمام مقامات بھی سامنے لائیں جہاں جہاں اللہ نے اپنی لقایا ملاقات یا زیارت کا ذکر کیا ہے اور وہاں ثابت ہوگا کہ اللہ کی زیارت بھی نورؐ خداوندی کی زیارت ہے۔

(23/19) قرآن کے نزول کی غرض بھی نور مطلق کی طرف راہنمائی کرنا ہے

اور محمدؐ بھی علیؑ کی طرف راہ نمائی کرتے تھے

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن میں جہاں بھی ''النور'' کی طرف راہ نمائی کرنے کا ذکر ہے وہ راہ نمائی حضرت علی علیہ السلام کی طرف مطلوب ہے خواہ قرآن راہنمائی کرر ہا ہو یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ راہنمائی کا کام کرر ہے ہوں لہٰذا راہنمائی کرنے والا خود اپنی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ختم نبوت کے بعد پوری انسانیت کو پہلے امام علیہ السلام کو سپرد کرنا مطلوب ومقصود ہے فرمایا گیا ہے کہ:

الٓرٰ۔ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِo(14/1)

مودودی: ''ا۔ل۔ر۔اے محمدؐ، یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ ان کے رب کی توفیق سے، اس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 469)

مودودی عادی مجرم ہیں

مودودی نے لفظ ''اذن'' اجازت کے معنی یہاں توفیق کر لئے ہیں اور لفظ ''النُّوۡر'' کو روشنی بنا دیا ہے۔ بہر حال النُّوۡر حضرت علی علیہ السلام ہیں اور حدیث میں وہ خود ''صِرَاط مُسۡتَقِیۡمٌ'' ہیں (کافی) اور قرآن میں وہ خود صِرَاطُ عَلِیٌّ مُسۡتَقِیۡمٌ ہیں۔ قَالَ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلِیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ (15/41) فرمایا یہ علیؑ کا قائم رہنے والا راستہ ہے۔'' ہمیں مشرکوں اور ملحدوں کی پرواہ کئے بغیر قرآن کے الفاظ وآیات کی پیروی میں مدد لینا چاہیئے۔

(23/20) یہاں نوؐر کی بنیاد کا ذکر ہے مودودی بہر حال ترجمہ روشنی کرتے ہیں تضاد ظاہر ہے۔(61/8) اور مودودی بد دیانت مترجم ہیں

مودودی کی بے ایمانی اور بد دیانتی دیکھنے کے لئے یہی آیت سورہ صف (61/8) میں دیکھ لیں مودودی نے وہاں روشنی ترجمہ نہیں کیا بلکہ دونوں جگہ نور ہی لکھا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَO ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَo (9/32-33) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 191-190)

مودودی:۔ ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو، وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 191-190)

مودودی کو الف لام کا آنا معلوم ہے

۔''32۔ متن میں ''الدِّیْنَ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ ہم نے۔''جنس دین''۔ کیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190)

یہی مودودی لفظ ۔''النور''۔ کا ترجمہ۔''نور کی پوری جنس''۔ نہیں کرتے بلکہ عام روشنی کرتے چلے آئے ہیں۔

(23/21) رسوؐل الگ ہے، نوؐر الگ ہے، کتاب الگ ہے، رسوؐل اور کتاب کا کام نوؐر کی طرف راہ نمائی کرنا ہے

قارئین نے برابر دیکھا ہے کہ رسوؐل اور کتاب کا کام ایک نوؐر کی طرف راہ نمائی کرنا ہے۔ یہ آیات پڑھیئے اور ذمہ داریوں کا تعین کیجیئے۔

يٰاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡجَآءَ كُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡاعَنۡ كَثِيۡرٍ قَدۡجَآءَ كُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌوَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ Oيَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ o(5/15-16)

مودودی ترجمہ: ’’اے اہل کتاب ہمارارسولؐ تمہارے پاس آ گیا ہے۔جو کتاب الٰہی کی بہت سی ان باتوں کوتمہارے سامنے کھول رہاہے جن پرتم پردہ ڈالا کرتے تھے،اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اورایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جواس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتا تا ہے اوراپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہےاورراہ راست کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔‘‘
(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 456-455)

اس ترجمہ کی وضاحت: یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے تین چیزوں کا آنا واضح ہے۔ (1) رسولؐ اللہ (2) کتاب اللہ (3) نوراللہ۔رسولؐ کا کچھ کام بتادیا گیا اور باقی کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ظاہر ہے کہ رسولؐ ہی رضائے خداوندی کے طالب لوگوں کوانتخاب کرتا ہے۔اورمخاطب کرتاہے اورکتاب خداوندی سے وہ طریقے بتاتا ہے جوسلامتی کے ضامن ہوتے ہیں اوررسولؐ ہی لوگوں کواندھیروں سے نکالتاہے اوراللہ کے نورؑ کی طرف لاتا ہے۔ ان کاموں کو براہ راست اللہ کا کرنا نہ قرآن میں بیان ہواہے نہ وہ کرسکتاہے۔لہٰذا اللہ کی اوررسولؐ کی اورکتاب کی ساری تگ ودو مذکورہ نورؑخداوندی کی طرف لاناہےاورکچھ نہیں۔ اورہم بتاچکے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام وہ نور ہیں جومحمدؐ کے ساتھ تخلیق ہوئے اورمِنۡ نُوۡرٍ وَّاحِد کا مرتبہ رکھتے ہیں اوروہی دورامامت کوشروع کرنے والے ہیں اوران ہی کی طرف

تمام نبوتیں اور رسالتیں راہنمائی کرتی ہوئی آئی ہیں اور معصوم حدیث میں اور قرآن میں وہی صراط مستقیم ہیں۔لہٰذا ان آیات کے مطلوب ومقصود حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

24۔لقائے خداوندی بھی لقائے نور محمدؐ یا نور آئمہ علیھم السلام کی زیارت ہے

ہم چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں لقائے خداوندی کا ذکر ہوا ہے ان تمام آیات و مقامات کو قارئین کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ وہ خود فیصلہ کرسکیں کہ کہاں کیا صورت حال ہے۔ایک آیت دیکھئے۔

وَقِیۡلَ الۡیَوۡمَ نَنۡسٰکُمۡ کَمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا وَمَاۡوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ o (45/34)

مودودی ترجمہ: ''اوران سے کہہ دیا جائے گا کہ''آج ہم بھی اسی طرح تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔تمہارا ٹھکانہ اب دوزخ ہے اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔''

قارئین حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ملاقات کو اللہ سے ملاقات فرمایا گیا ہے اور چونکہ قیامت میں حشر ونشر اور حساب وکتاب یہ سب کچھ اللہ نے اپنی ذات سے منسوب کیا ہے۔اس لئے قیامت میں اللہ نے اپنی ملاقات فرمایا ہے۔لیکن یہ سب کام اللہ کی ذات کو محدود کرتے ہیں اور وہ محدود ہو نہیں سکتا اور ساتھ ہی اللہ کو سیاسئین کے حربوں کا بھی خیال رکھنا ہے اسلئے براہ راست اپنے نمائندوں کا ذکر نہیں فرمایا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ ہر ایسے مقام پر جہاں اللہ کو محدود ہونا پڑتا ہے وہ اپنے نمائندوں کے اعمال کو اپنے اعمال قرار دیتا ہے اور اس بات کو اس نے قرآن میں بار بار بیان فرمایا ہے۔حتیٰ کہ بہت سے مقامات پر اپنا ذکر کیا ہے مگر ضمیروں کے ذریعہ صرف رسولؐ کو سامنے کر دیا ہے اور ہم نے پرویز کے تذکرے میں باقاعدہ یہ بات اس کے قلم سے ثابت کی ہے۔لہٰذا اہل علم مومنین

حقیقت کو سمجھتے جاتے ہیں اور سیاسی لیڈروں کا منہ بند رہتا ہے اور تبلیغ بے روک آگے بڑھتی جاتی ہے۔ ورنہ بات بات پر اعتراضات ہوتے رہتے اور سادہ عوام لیڈروں کے پھندوں میں پھنستے اور ایمان لانے اور بات سمجھنے سے باز رہتے اور ذرا سی بات کی وجہ سے رسول اللہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی رہتی۔

25۔لقائے خداوندی لقائے نمائندگان خداوندی ہے۔ان کو دیکھنا اللہ ہی کو دیکھنا ہے

اللہ کی تو زیارت ہو ہی نہیں سکتی قرآن سنئے فرمایا گیا ہے کہ:

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ O اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ O (حٰمٓ سجدہ 41/53-54)

مودودی: ''عنقریب ہم اِن کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے۔ آگاہ رہو، کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں۔ سن رکھو، کہ وہ ہر چیز پر محیط ہے''۔

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 471-468)

قرآن کا پورا موجود ہونا ثابت ہو گیا ہے

یہاں ہر چیز کی طرح ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے اللہ کا یہ جملہ کہ ''قرآن واقعی برحق ہے۔'' کافی ہے پورے قرآن کے موجود ہونے پر پھر وہی بات مودودی کی تشریح میں موجود ہے کہ ''اللہ سے ملاقات کے معنی اللہ کے سامنے جانا۔یعنی حساب دینا ہیں۔

علامہ کی تشریح اللہ سے ملاقات کے معنی

''72ء ان کے اس رویہ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ کبھی ان کو اپنے رب کے سامنے جانا ہے اور اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہے۔''

(72ء تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 471)

ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ لوگ جانتے تھے کہ اللہ ہر جگہ اور ہر چیز پر چشم دید گواہ ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو انہیں اللہ سے ملاقات میں شک ہی نہ ہونا چاہئے بلکہ اللہ سے کسی صورت ملاقات نہ ہوسکنے کا یقین کامل ہونا چاہئے اس لئے کہ اللہ سے ملاقات تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب مندرجہ بالا دونوں باتیں غلط نکل جائیں اور اللہ سب کچھ چھوڑ کر میدان حشر میں ایک جگہ آ جائے اور محدود و محصور ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہو جائے جو ناممکن ہے لہٰذا اللہ سے ملاقات ناممکن ہے مگر یہاں لقائے رب فرمایا گیا ہے لہٰذا قیامت میں امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت بلاشک وشبہ ہوگی اور یہی آیت کا مقصد ہے نہ کہ اللہ سے ملاقات۔؟

26۔ یہاں اللہ سے ملاقات کی بات اور اس کے معنی پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہوں گے اور آپ حقیقت حال کو سمجھ سکیں گے

کلام اللہ غور سے سنئے اور دیکھئے کہ کیا اللہ کسی طرح محدود ہوسکتا ہے یعنی کیا ساری کائنات پر محیط ہستی کسی ایک جگہ سمٹ کر آ سکتی ہے؟

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ بَلۡ هُمۡ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ ○ قُلۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُكِّلَ بِكُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ○ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ○ وَلَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا كُلَّ

نَفۡسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ و الَنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ O فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِكُمۡ هٰذَا اِنَّا نَسِیۡنٰكُمۡ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ o (32/10-14)

مودودی ترجمہ: ''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں رل مل چکے ہوں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے''؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں ان سے کہو''موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تم کو پورا پورا اپنے قبضے میں لے لے گا اور تم اپنے رب کی طرف پلٹا لائے جاؤ گے۔ کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ (اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) ''اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا' اب ہمیں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک عمل کریں' اب یقین آ گیا ہے۔،، (جواب میں ارشاد ہوگا) ''اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ مگر میری وہ بات پوری ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔ پس اب چکھو مزا اپنی اِس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا، ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے۔ چکھو، ہمیشگی کے عذاب کا مزا اپنے کرتوتوں کی پاداش میں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 45-41)

آیات کے ترجمے پر ایک مسلسل نظر ڈال لیں

آخری آیت میں یہ جملہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ لقائے خداوندی سے مراد قیامت کا انکار رہا ہے کہ: ''تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا۔'' یعنی قیامت کا انکار ہی۔ ''خدا کا انکار اور خدا کی زیارت کا انکار ہے'' یعنی قیامت اور حساب کتاب اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ اس کا انکار اللہ کا انکار قرار دیا جاتا ہے اور چونکہ قیامت کا سارا انتظام اور حساب و کتاب و حشر اللہ نے اپنے نمائندوں کے ذریعہ سے کرانا ہے۔ لہٰذا قیامت کا انکار ان تمام

نمائندگان خداوندی کا انکار بھی ہے جو اس دنیا اور تمام نوعِ انسان کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور قرآن میں ان تمام نمائندگان کو اپنی جگہ بیان کیا ہے اُن کی اطاعت کو اپنی اطاعت، اُن کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی فرمایا ہے اُن کے کاموں کو اپنا کام کہا ہے اور اُن کی ذوات کو اپنی ذات سے منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ۔ ''اللہ اور رسولوںؑ کو الگ الگ نہ کرو۔'' لہٰذا ان کا دیدار ہی اللہ کا دیدار ہے۔ ان کے حضور حاضری اللہ کے سامنے حاضری ہے۔ ان کا حساب لینا اللہ کا حساب لینا ہے اور اس بات کو ان آیات میں واضح کر دیا ہے۔ لہٰذا دو جگہ لقائے رب کا ذکر ہوا ہے۔ وہاں تو صاف ظاہر ہے کہ جس کی زیارت ہوگی وہ اللہ کی ذات نہیں بلکہ نمائندہ خداوندی کی زیارت ہے اور اسے رب قرار دینا قابل تعجب نہیں جب کہ فرعون کو رب فرمایا گیا ہے۔

27۔ نمائندگانؑ خداوندی ملک الموت سے بدرجہا بزرگ ہیں اور تمام ملائکہ انؑ کے مدد و معاون اور حمد کرنے والے ہیں

ان آیات میں تو ہماری تائید میں مَلَكُ الْمَوْتِ کو پیش کیا گیا ہے۔ گو مودودی نے اس آیت کے ایک لفظ کا ترجمہ غلط کر لیا ہے لیکن آیت کے الفاظ تو موجود ہیں فرمایا گیا ہے کہ:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ۔ الخ (32/11)

''تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے جسے تم پر وکیل بنا دیا گیا ہے'' یہاں لفظ ''وکل'' کے معنی مودودی نے۔ ''جو تم پر مقرر کیا گیا ہے''۔ غلط کئے ہیں آیئے ہم ان ہی کے قلم سے وُكِّلَ اور وکیل کے معنی دکھاتے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت لکھی ہے کہ۔

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا (17/2) اور ترجمہ کیا ہے۔

''میرے سوا کسی کو اپنا وکیل نہ بنانا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ۔ ''3 وکیل یعنی اعتماد اور بھروسے کا مدار، جس پر توکل کیا جائے،

جس کے سپرد اپنے معاملات کردئے جائیں، جس کی طرف ہدایت اوراستمداد کے لئے رجوع کیا جائے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 591)

لہٰذا یہاں آیت (32/11) کے معنی یہ ہوتے تھے۔ کہ ''ملک الموت کوتمہارے لئے اعتماد اور بھروسے کا حق دار ٹھہرایا ہے۔ جسے اللہ نے موت کے معاملات سپرد کردیئے ہیں اور جس سے امداد طلب کرنا جائز قرار دیا ہے۔''

ان معنی کو مودودی کا چھپا جانا اور صرف ''مقرر کرنا'' لکھ کر ایک بہت بڑی خیانت کی ہے اور ایک بہت بڑی حقیقت کو چھپا جانے کی راہ نکالی ہے۔ سارے قرآن میں جگہ جگہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ (15/23)

اِنَّانَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی (36/12)

اِنَّانَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ وَاِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ o (50/43) وغیرہ)

یقیناً ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

اس کے یہ معنی ہوئے کہ ملک الموت کے اعمال وافعال کو اپنی ذات سے منسوب کررکھا ہے اور جمع کا صیغہ اس کو ظاہر کرتا ہے کہ موت وحیات دینے میں کئی افراد کا ہاتھ ہوتا ہے اور اس طرح جمع کے صیغے سے فرمایا ہے کہ سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے۔ یعنی جن کی طرف پلٹنا ہے وہ کئی ایک افراد ہیں اور ان کی طرف پلٹنا اللہ کی طرف پلٹنا ہے۔ یعنی یہ فیصلہ ہوگیا کہ نمائندگانؑ خداوندی کا ہر کام اللہ کا کام ہوتا ہے اور انؑ کی زیارت یا انؑ کے پاس حاضری اللہ کا دیدار اور اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اس کے بعد ہم بلا وضاحت اللہ کا دیدار اور نمائندگان خداوندی کے دیدار کی آیات لکھتے چلیں گے اور جہاں اشد ضروری ہوگا وہاں چند توضیحی الفاظ لکھ دیں گے۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

28۔ فرشتے قیامت کے دن سے ڈرائے جانے اور تبلیغ پر سوال کریں گے اورلوگ اقرار کریں گے کہ نبیوںؑ نے ڈرایا تھا۔

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؟ قَالُوْا بَلٰى (39/71)

مودودی ترجمہ ''کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسولؑ نہیں آئے تھے، جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا؟ وہ جواب دیں گے کہ ''ہاں، آئے تھے، مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا۔'' (تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ 384)

29۔ بقول مودودی عرب مخاطب ہیں اور انہیں محمدؐ اور قرآن پر شک وشبہ کرنے سے روکا جارہا ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ٥
(32/23)

مودودی:۔''اس سے پہلے ہم موسیٰؑ کو کتاب دے چکے ہیں، لہٰذا اسی چیز کے ملنے پر تمہیں کوئی شک نہ ہونا چاہیے۔اس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا تھا۔''
(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 49)

مودودی کی تشریح۔''35 خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، مگر دراصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضورؐ کی رسالت میں، اور آپ کے اوپر کتاب الٰہی کے نازل ہونے میں شک کررہے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 49)

آیت میں لفظ۔ ''مِریہ''۔آیا ہے جس کے معنی قریشی۔''شک''۔کرلیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی۔''تھنوں کو دبا دبا کر دودھ نچوڑنا'' ہوتے ہیں۔لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ سے فرمایا گیا ہے کہ۔ ''تم یہ مطلب زبردستی عربوں کو نہ بتاؤ کہ تمہیں بھی بنی اسرائیل کی طرح اقتدار ملے گا۔ بلکہ سادہ معنی بیان کرو۔ اقتدار کی زیارت اگر وہ نہیں مانتے تو نہ مانیں مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں '' لِقَا '' کے معنی اقتدار یا قدرت خداوندی کے نتائج کی زیارت کے ہیں اور عرب دراصل دین خداوندی کی اطاعت کا نتیجہ ہی مشکوک سمجھتے تھے جس کا دوسرے مقام پر یوں ذکر ہوا ہے کہ:

30۔ قریش کو آزمائش کے لئے خلیفہ بنایا گیا تھا اور انہوں نے قرآن بدلنے یا دوسرا قرآن لانے کا تقاضہ کیا تھا

فرمایا گیا تھا کہ: ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ؟وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ھٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡہُ ۔۔۔۔۔۔۔الخ (10/14-15)

ہمارا ترجمہ جمع کے صیغے کی رعایت سے

''پھر ہم لوگوں نے سابقہ اقوام کی جگہ زمین میں خلیفہ بنا دیا تا کہ یہ دیکھیں کہ تم اپنی پالیسیاں کیسے بروئے کار لاتے ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جو ہمارے مقررہ فیصلوں اورنتائج کے برآمد ہونے کا یقین نہیں رکھتے تھے انہوں نے اس قرآن کو اپنی مصلحتوں کے مطابق نہ دیکھ کر کہا کہ تم کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی میں ردوبدل کا اصول مان لو۔ ان سے کہہ دو کہ میں اپنی ذاتی رائے کے ماتحت قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا میں اس قرآن کی لفظ بلفظ پیروی کے علاوہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ میں عظیم الشان دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

سابقہ آیات میں بھی اللہ نے کئی دفعہ جمع کا صیغہ بولا تھا۔

اوّل لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَیؑ الۡکِتٰبَ یقیناً ہم لوگوں نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی۔

دوئم جَعَلْنٰهُ هُدًی‘‘ ہم لوگوں نے اس کتاب کو ہدایت بنایا تھا۔

سوم اس آیت میں جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ ہم لوگوں نے تمہیں خلیفہ بنادیا‘‘

چہارم لِنَنْظُرَ تا کہ ہم لوگ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

ان چاروں مقامات پر ادارہ نبوت اس جمع کے صیغے میں شامل رکھا گیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ’’ادارہ نبوت‘‘ میں کون کون حضرات شامل ہوتے ہیں۔اس میں اللہ، انبیاءؑ اور ملائکہ داخل ہیں۔جیسے موت اور زندگی کے معاملات میں ملک الموت شامل تھا۔یعنی جن حضرات کو اللہ نے اپنے کاموں میں وکیل بنایا ہے وہ سب ادارہ نبوت میں شامل ہوتے ہیں ورنہ اللہ واحد و احد و یکتا و یگانہ ہے اس کیلئے جمع کا صیغہ بولنا جائز ہی نہیں ہے اور مجتہدین کا یہ کہنا کہ وہ اپنی بزرگی کی بناء پر جمع کا صیغہ بولتا ہے اس پر قرآن کی کوئی آیت دلیل نہیں بنتی ہے۔جیسا کہ ادارہ نبوت پر سارا قرآن دلیل ہے اور ہم آئندہ اس پہلو کا خاص خیال رکھ کر گزریں گے اور جہاں ضرورت ہوگی دلیل پیش کرتے چلیں گے یہاں بات یہ ہوئی ہے کہ اللہ اپنی لقاء کو اسلام کے نتائج سے بھی ظاہر فرمایا ہے۔لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا جو ہماری زیارت کی امید نہیں رکھتے۔یعنی جو نتائج ہم نے طے کرر کھے ہیں ان کو نہیں مانتے ان کے برآمد ہونے کی امید نہیں رکھتے۔

31۔ عرش پر بیٹھنا، اپنی مخلوق کو مسخر کرنا اور کائنات کے نظام عمل کی تدبیریں کرنا اللہ کی شان کے شایان نہیں ہے

’’اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ o (13/2)

مودودی: ’’وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے

ہوں۔پھر وہ اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔اوراس نے آفتاب وماہتاب کوایک قانون کا پابند بنایا۔اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک چل رہی ہے اوراللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرمارہاہے۔وہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 442-441)

اس آیت پر مودودی نے کئی ایک تشریحات لکھی ہیں۔ان میں ایک تشریح میں کائنات میں کام کرنے والی قوتوں کو دبے الفاظ میں مانا ہے۔

مودودی کائنات میں کام کرنے والی قوتوں کو بھی مانتے ہیں

''5۔یعنی یہ نظام صرف اس امر کی شہادت نہیں دے رہا ہے کہ ایک ہمہ گیر اقتدار اس پر فرمانروا ہے اورایک زبردست حکمت اس میں کام کررہی ہے، بلکہ اس کے تمام اجزاء اوران میں کام کرنے والی ساری قوتیں اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ اس نظام کی کوئی چیز غیر فانی نہیں ہے۔ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس کے اختتام تک وہ چلتی ہے اور جب اس کا وقت آن پورا ہوتا ہے تو مٹ جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس عالم طبیعی کی مجموعی ساخت یہ بتارہی ہے کہ یہ ابدی وسرمدی نہیں ہے اس کے لئے بھی کوئی وقت ضرور مقرر ہے جب وہ مقررہ وقت ختم ہوجائے گا اوراس کی جگہ دوسرا عالم برپا ہوگا۔لہٰذا قیامت جس کے آنے کی خبر دی گئی ہے اس کا آنا مُستبعَد نہیں بلکہ نہ آنا مُستبعد ہے۔

مودودی اللہ سے ملاقات پر یعنی ایک بُت پر ایک محدود ذات پر اللہ کے نام سے ایمان رکھتے ہیں

''البتہ دوسری حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین بھی تم کو ان ہی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔''

(7۔ تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 443)

قرآن میں لفظ رب محدود ہستیوں کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے اس لئے رب سے ملاقات امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات سمجھ میں آتی ہے ۔مگر اللہ سے ملاقات کو نمائندگان خداوندی ہی سے ملاقات سمجھنا پڑے گا اوران ہی کو کائنات میں تدبیریں کرنے والا ماننا ہوگا اور کائنات میں کام کرنے والی قوتوں کو استعمال کرنے والا بھی ان ہی کو ماننا ہوگا وہی عرش خداوندی پر بیٹھنے والے اور سورج وچاند کو مسخر کرنے والے ہوسکتے ہیں ورنہ مخلوق تو اللہ کے سامنے مخلوق ہونے کی بناء پر مسخر ہوتی ہی ہے ۔ الفاظ اور معنی کوادل بدل کر غلط باتیں منوانا فریب سازوں کا کام ہوتا ہے اور یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ کے معنی قرآن کی آیات کا مفصل ہونا ہے جو مودودی کی پالیسی کو گرادیتا ہے جو کہ نہ قرآن کو مکمل مانتے ہیں نہ مفصل سمجھتے ہیں ۔ایک محدود اور نامکمل کتاب کہتے ہیں ۔

مودودی قرآن کو کیسی کتاب مانتے ہیں؟

۔’’قرآن جزئیات کی کتاب نہیں ہے بلکہ اصول اور کلیات کی کتاب ہے ۔اب رہی اسلامی زندگی کی عملی صورت تو اس معاملے میں قرآن انسان کی راہنمائی اس طریقے سے نہیں کرتا کہ زندگی کے ایک ایک پہلو کے متعلق تفصیلی ضابطے اور قوانین بتائے بلکہ وہ ہر شعبہ زندگی کے حدود اربعہ بتا دیتا ہے اور نمایاں طور پر چند گوشوں میں سنگ نشان کھڑے کر دیتا ہے جو اس بات کا تعین کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق ان شعبوں کی تشکیل وتعمیل کن خطوط پر ہونی چاہیئے ۔ان ہدایات کے مطابق عملاً اسلامی زندگی کی صورت گری کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا ۔انہیں مامور ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ دنیا کو اس انفرادی سیرت وکردار اور اس معاشرے اور ریاست کا نمونہ دکھادیں جو قرآن کے دیئے ہوئے اصولوں کی عملی تعبیر وتفصیل ہو۔‘‘ مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد جو کچھ قریشی حکومت کرے اس کو اسلامی زندگی سمجھو قرآن اب اور کوئی مدد نہیں کرسکتا ہے ۔یعنی قرآن میں ہر ہر مسئلے اور ہر ہر صورت حال

کی تفصیل نہیں ہے اور یہی قرآن کے خلاف بات ہے۔(12/111)

32۔اپنے رب کی زیارت پر انسانوں کی عموماً اور قریش کی کثرت ایمان نہیں رکھتی غالباً اس لئے کہ اللہ ہی کو رب سمجھتی ہے

قرآن کریم کا بار بار یہ کہنا کہ انسانوں کی کثرت اپنے رب پر ایمان نہیں رکھتی غالباً اس لئے ہے کہ مجتہدین نے صرف اللہ کو رب منوالیا تھا تو اللہ کے زیارت کو اہل عقل کی کثرت واقعی اس قابل نہیں سمجھتی اور نہ سمجھ سکتی ہے کہ اللہ ساری کائنات میں سے سمٹ کر کسی ایک جگہ آجائے گا اور غالباً آخرت کا انکار بھی اس لئے ہی کیا جاتا تھا کہ قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہونے کی بات ہوتی چلی آئی ہے۔لہٰذا رب کی زیارت کا انکار اور قیامت کا انکار اللہ کو محدود نہ کرنے والے ہی کر سکتے تھے۔ورنہ اگر لوگوں کو دلائل کے ساتھ یہ بتایا جاتا کہ اللہ کی یا رب کی زیارت اور حساب و کتاب کے لئے حاضری نمائندگان خداوندی سے تعلق رکھتی ہے تو امید تھی کہ ایک یا چند محسوس و مشہود رب کی زیارت یا ان کے سامنے حاضری کا انکار کوئی بھی نہ کرتا مثلاً قریش کے سامنے یہ کہا گیا کہ:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍوَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا o(4/41)(اور فرمایا کہ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَابِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَاعَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ o (16/89))يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاوَعَصَوُاالرَّسُوْلَ لَوْتُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (4/42)

مودودی:۔''پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمہیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) گواہ ہی کی حیثیت سے کھڑا کریں گے اس وقت وہ سب لوگ جنہوں نے رسولؐ کی بات نہ مانی اور اس کی نافرمانی

کرتے رہے تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں'' اور دوسری آیت ''اے محمدؐ انہیں اس دن سے خبردار کر دو کہ جب ہم ہر امت میں خود اسی کے اندر سے ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو اس کے مقابلے میں شہادت دے گا، اور ان لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کے لئے ہم تمہیں لائیں گے۔ اور (یہ اسی شہادت کی تیاری ہے کہ) ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت و رحمت و بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔''
(16/89) (مودودی جلد 2 صفحہ 564) اور پہلی آیت جلد اوّل صفحہ 353۔354)

ان آیات کو سن کر کسی نے بھی انکار نہ کیا ورنہ مودودی ضرور اپنی تفسیر میں لکھتے۔ انکار نہ کرنا اس لئے تھا کہ ایک محسوس و مشہود شخص کو گواہ قرار دیا گیا تھا۔ ورنہ انکار کے ڈھیر لگ جاتے وہ اس بات سے بھی نہیں گھبرائے کہ قیامت میں محمدؐ ساری امتوں پر یا ساری نوعِ انسان پر یا خود ایک امت کے تمام انسانوں پر کیسے گواہی دے سکتے ہیں؟ کسی نے کسی قسم کا انکار نہیں کیا اور یہ مان لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری نوعِ انسان کے ہر ہر فرد پر گواہ ہوں گے یہ ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ آنحضرتؐ از آدمؑ تا قیامت ہر انسان کے ساتھ ساتھ رہے ہیں اور یہ مان لیا تو انہیں قیامت میں خدا کی جگہ حساب لینے والا ماننے میں کوئی دقت نہ ہوتی لہٰذا وہی ساری نوعِ انسان کے رب ہیں اور ان ہی کے سامنے پوری نوعِ انسان حاضری دے گی اور ان ہی کی زیارت کریں گے۔ لہٰذا انکار محض اللہ کی زیارت کا ہوتا رہا ہے اور کسی نے دلیل کے ساتھ ان کو یا دیگر انبیاءؑ کو رب ثابت نہ کیا اور انکار کرنے پر لوگوں کو جہنمی بناتے رہے۔

33۔ اللہ سمجھ کر رب کی زیارت کا انکار کیا جاتا رہا

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ

وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ لَکٰفِرُوْنَo(30/8)

مودودی ’’کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا؟ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو اِن کے درمیان ہیں برحق اور ایک مقررہ مدت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔مگر بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔‘‘

(تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 733-731)

یہاں مودودی نے کافروں کے معنی منکر کردیئے حالانکہ کافروں کے معنی حق کو چھپانے کے ہوتے ہیں۔یعنی اکثر لوگ اپنے رب کی زیارت کو چھپاتے ہیں اور یہی ہم نے کہا ہے کہ کثرت منکر نہیں بلکہ حق پوش ہے اور حق کو چھپانے کی کوشش مجتہدین نے برابر جاری رکھی ہے اور کبھی بھول کر بھی محمدؐ اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیھم کو رب نہیں مانا ہے۔حالانکہ اللہ رب نہیں ہے بلکہ رب العالمین ہے اور خود محمدؐ اور آئمہؑ کا بھی رَب ہے یعنی رَبُّ الارباب ہے۔

34۔ اللہ سے ہٹ کر اجازت ومنشاء خداوندی کے خلاف کسی کو اپنا رب بنانا اور اس کی عبادت کرنا باطل ہے

اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ مَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِیَعْبُدُوْآ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ o (9/31)

مودودی ’’انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیحؑ ابن مریمؑ کو بھی۔حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔‘‘(9/31)

’’یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْانُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآاَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَO ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَo(9/32-33)

مودودی:۔''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نوؒر کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نوؒر کو مکمل کیئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسوؒل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 191-190)

یہاں تم دیکھتے ہو کہ تمام ارباب کے مقابلے میں حضوؐر کو لایا گیا ہے اور ان کو پورے دین پر غالب کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

35۔ اللہ کی زیارت کرنے کے معنی اللہ کے مقرر کردہ نتائج کے حاصل ہونے کو تسلیم کرنا ہوتا ہے

یقیناً اللہ کبھی نہ اپنے دیدار کا وعدہ کر سکتا ہے اور نہ اس عقیدہ کی ہمت افزائی کر سکتا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo(29/23)

مودودی''جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا ہے وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' (تفہیم جلد 3 صفحہ 690)

ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ کی لقاء کے معنی اللہ کی رحمت سے تعلق ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مایوسی ہے اور فرمایا۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُo (29/5)

۔''جو کوئی اللہ کی زیارت کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے اور اللہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔''

یہاں لقائے خداوندی سے مراد اللہ کا مقرر کردہ وقت ہے نہ کہ اللہ کا دیدار۔ اور یہ بھی

فرمایا ہے کہ؛

36۔ اللہ کے سامنے جواب دہی کی پیشی کو اللہ کی لقاء یا زیارت کہا گیا ہے

وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا لَوۡلَآ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ نَرٰی رَبَّنَا لَقَدِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا کَبِیۡرًا o(25/21)

مودودی ترجمہ:۔ ”جو لوگ ہمارے حضور پیش ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں۔ ”کیوں نہ فرشتے ہمارے پاس بھیجے جائیں یا پھر ہم اپنے رب کو دیکھیں۔“ بڑا گھمنڈ لے بیٹھے یہ اپنے نفس میں اور حد سے گزر گئے یہ اپنی سرکشی میں۔“ (تفہیم جلد 3 صفحہ 445)

اگر یہاں لفظ لِقَاءَ نَا کا مطلب اللہ کا دیدار ہوتا تو ”اپنے رب کو دیکھنے“ کی بات غرور نہ کہلاتی۔ لہٰذا لِقَاءَ نَا کا مطلب نتائج ہی ہونا چاہیے۔ لہٰذا اللہ کو دیکھنے کی بات واقعی بڑی مغرورانہ بات ہے اس لئے کہ ناممکن کو طلب کرنا تکبر کے علاوہ اور کچھ ہوسکتا ہے؟

37۔ قیامت کی باز پرس ہی کو اللہ کا دیدار فرمایا گیا ہے۔ ورنہ دیدار خداوندی تو ناممکن ہے

قریشی مترجمین نے لِقَا کے معنی پر بہت اصرار کیا ہے۔ ورنہ اللہ کے ساتھ اس لفظ کے معنی کو نتائج دین خداوندی کرنا ضروری تھا۔

قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ وَمَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ o(10/45)

مودودی: ”فی الواقع سخت گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہرگز وہ راہ راست پر نہ تھے۔“ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 289)

مودودی نے لقاء اللہ کو قیامت بنا دیا:

”۵۴ یعنی اس بات کو جھٹلا دیا کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔“ (289)

38۔ اللہ نے اپنی ملاقات کو لفظ ''تا ابد'' کی جگہ استعمال فرمایا ہے

فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ(9/77)

مودودی:۔ ''اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا جو اس کے حضور ان کی پیشی کے دن تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 218)

یہ نوٹ کر لینا چاہئے کہ نہ اللہ کا دیدار ہوسکتا ہے نہ اللہ کے سامنے پیشی ہوسکتی ہے۔ دیدار اور پیشی اللہ کے نمائندوں کے لئے مقرر ہے اور ان کے دیدار اور پیشی کو اللہ نے اپنے دیدار و پیشی سے منسوب کر رکھا ہے۔

39۔ قیامت میں باز پرس کو اللہ نے اپنی لقاء فرمایا ہے؟؟

اللہ سوال فرماتا ہے کہ:

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا وَ غَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَ شَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ o (6/130)

(مودودی)۔ ''اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے وہ پیغمبرؑ نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سناتے اور اس دن کے انجام سے ڈراتے تھے،، وہ کہیں گے۔'' ہاں ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔'' آج دنیا کی زندگی نے ان لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ مگر اس وقت وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے''

قارئین دیکھ لیں کہ ''لِقَآءِ اللّٰه''۔ ''لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ''بن چکی ہے یعنی لقاء اللہ کے معنی قیامت کا قائم ہونا ساری نوعِ انسان سے باز پرس ہونا۔ جزا اور سزا کا ملنا۔ یعنی اللہ نے جو نتائج نوعِ انسان کے لئے مقرر فرمائے تھے ان نتائج کو آنکھوں سے دیکھنا ہی اللہ کو دیکھنا ہے۔

40۔ قیامت کا برپا ہونا ہی اللہ کا دیدار ہے اس لئے کہ وہاں قائمؑ قیامت کا دیدار مقرر ہے

یہ بات روز ازل سے طے شدہ حقیقت ہے کہ تمام انبیاؑء و رسلؑ جب اپنا اپنا دین پہنچا چکیں گے تو دور امامت شروع ہوگا اور جب گیارہ آئمہؑ اپنا دور ختم کر چکے ہوں گے تو بارہویں امام حضرت محمدؑ ابن امام حسن عسکری علیہ السلام دنیا کو سنبھال لیں گے اور آخر میں قیامت برپا فرمائیں گے اور نوع انسان کے سامنے اللہ کی پوری اسکیم رکھ دیں گے۔ یوں اللہ کی اور خود قائم قیامت کی زیارت ہوجائے گی۔ چنانچہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے فرما دیا گیا تھا کہ:

وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ O قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ (الخ 6/30-31)

۔" اور تم وہ منظر دیکھو گے جب یہ لوگ بھی اپنے ربؑ کے سامنے لے جا کر کھڑے کئے جائیں گے۔ اس وقت ان کا ربؑ پوچھے گا کیا جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ حقیقت نہیں ہے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں اے ہمارے رب یہ حقیقت ہے۔ اس پر ان کا ربؑ فرمائے گا کہ اچھا تم حق پوشی کے جرم میں عذاب کا لطف اٹھاؤ۔ یقیناً وہ لوگ بڑے بڑے نقصان میں رہے جو اللہ کے دیدار کو جھٹلاتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اچانک قیامت برپا کر دی گئی۔ تب جھٹلانے والوں نے افسوس اور ندامت سے اقرار کیا کہ ہم سے اس معاملے میں بڑی کوتاہی ہوگئی۔"

بات صاف ہوگئی کہ قرآن میں بار بار قیامت کے برپا ہونے کا ذکر کیا گیا بار بار باز پرس اور جزا و سزا کا تذکرہ ہوتا رہا اور اللہ کے دیدار کا لالچ بھی دیا جاتا رہا۔ مگر نہ ماننے

والا ہر شخص اطمینان سے انکار کرتا رہا۔

بہر حال حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچانک قیامت کو قائم ہو جانے کا حکم دے دیا اور اللہ کی جگہ نوع انسان سے باز پرس اور جزا و سزا کا نظام سنبھال لیا۔

والسلام

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ آ اَطِیْعُو اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَاتَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَo(8/20)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسنؔ زیدی،

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجتہدین، علمائے فقہ شیعہ سُنی اور اُن کے پیروکاروں کے لئے لمحہ فکریہ:۔

تمام اہل مذاہب مانتے اور جانتے ہیں کہ سب سے پہلی ہستی جو سمجھ بوجھ اور عقل وبصیرت کی راہ سے گمراہ اور جہنمی قرار پائی اور جس نے ایک مخصوص گمراہ کن ذہنیت انسانوں میں پیدا کی وہ ابلیس تھا۔ اس ذہنیت نے تعلیمات خداوندی کا انکار نہیں کیا بلکہ اُن کو اپنی عقل وبصیرت کے ماتحت رکھنا چاہا ۔ جائز وناجائز ،اچھا اور بُرا ،مفید ومضر،ضروری وغیر ضروری طے کرنے میں اپنی عقل کو حاکم بنایا اور جو فیصلہ ان کے قلب وذہن نے کیا اس فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دینے کے بجائے اللہ کا فیصلہ کہا۔ چنانچہ اس ذہنیت نے ایسے بہت سے عقائد اور اصول اختیار کیے جو قدم قدم پر قرآن کے الفاظ سے ٹکراتے ہیں اور ایک ایسا دین پیش کرتے ہیں جس کا عملاً اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ چنانچہ ہر نبیؑ کے زمانہ میں یہ ابلیسی مذہب جاری رہا اور تمام آنے والی تعلیمات خداوندی کو اپنے عقائد اور اصولوں کے سانچے میں ڈھالتا چلا آیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں مذہبی اختلافات جاری رہے اور ان اختلافات کے تدارک کے نام پر نئے نئے مذاہب جنم لیتے رہے اور آج سیکڑوں مذہب موجود ہیں اور پھر ہر مذہب میں داخلی طور پر کئی مذاہب اور فرقے موجود ہیں۔ لہٰذا اسلام میں بھی ماشاء اللہ درجن بھر مذاہب یا فرقے موجود اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ اس فرقہ ورانہ ہنگامہ میں یہ خیال یا عقیدہ بھی گھلا ملا چلا آیا ہے کہ ''عذابِ جہنم دائمی نہیں ہے۔ ایک روز جہنم کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا اور تمام جہنمی لوگ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔'' اسی عقیدہ کی ایک شاخ یہ ہے کہ '' کچھ لوگ بُرے اعمال کی کثرت کی بنا پر جہنم میں تو ضرور جائیں گے مگر اپنی سزا پوری کر کے واپس جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔'' اسی کی دوسری شاخ یہ ہے کہ ''حساب کتاب کے وقت جن لوگوں کے اچھے اور برے اعمال برابر

نکلیں گے ان کو کسی ایسی جگہ رکھا جائے گا جس کا نام علمانے برزخ رکھا ہوا ہے۔ اور یہ لوگ برزخ میں اعمال خیر کر کے ترقی کرتے کرتے ایک دن آخر جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اور یوں بھی ایک دن جہنم بے کار ہو جائے گی‘‘

یہ سب کچھ ابلیسی بصیرت نے بڑی محنت، جدوجہد اور اجتہاد سے اخذ کیا ہے۔ ان کے اس طرز تحقیق واستنباط کو قرآن نے لفظ ’’زیغ‘‘ سے ظاہر فرمایا ہے (عمران 3/7) یعنی یہ مجتہد حضرات اپنی مصلحتوں، فقہ کے اصولوں، تقاضائے وقت اور ضرورتوں کو ذہن میں رکھے ہوئے قران وحدیث کی ورق گردانی شروع کرتے ہیں اور جہاں کوئی ایسا جملہ یا لفظ ملا جس سے ان کے ذہنی تقاضے کو سہارا ملتا ہو وہاں ٹھہر جاتے ہیں اور اس آیت یا حدیث کو بنیاد بنا کر پھر مزید سہارے حاصل کرنے کے لئے ورق گردانی کرتے ہیں اور ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے چپکا کر، لغوی معنی کو بدل کر اور جہاں ضرورت ہو خود ساختہ روایات اور تاریخ کا سہارا لے کر ایک مفہوم مرتب کر لیتے ہیں اور پھر کثرت رائے کی چاشنی دے کر حکومت واقتدار کے رعب وداب کو شامل کر کے اس تمام شیطانی گھروندے کو اللہ کے منشا اور اللہ کا فیصلہ بنا ڈالتے ہیں۔ اپنی پروپیگنڈا مشینری سے اسے چاروں طرف پھیلاتے ہیں گورنروں، قاضیوں، پیش نمازوں، اہل کاروں اور افسروں سے اس پر عمل کراتے ہیں۔ اسے نصاب تعلیم میں داخل کر کے نئی نسل کو اس کے مطابق تیار کرتے ہیں اور چاروں طرف انعامات کی دھن بجا بجا کر اہل قلم کو متوجہ کرتے ہیں اور اس ’’نظریے‘‘ پر تصنیف وتالیف اور لیکچروں اور وعظوں اور مقالوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ یوں رائی کو پہاڑ اور ابلیس کو ولی اللہ بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ اور ہر اختلاف کرنے والی زبان کو بند رکھنے پر پورا زور اور جبروت صرف کر دیتے ہیں۔ یوں صدیاں اور نسلیں گزرتی چلی آتی ہیں اور اب عوام کو یقین کامل ہو چکتا ہے کہ وہ حق پر ہیں ان کے آباؤاجداد حق پر تھے اور وہ کوئی ایسی بات سننے کو بھی

تیارنہیں ہوتے جو اُن کے موجودہ عمل درآمد اور آباؤ اجداد کے خلاف ہو۔ یہ وہ مضبوط صورت حال ہے جو بار بار سامنے آتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے مقابلے پر موجود ملتی ہے۔ یہی دیوار میرے سامنے پچاس سال سے کھڑی ہے۔ لیکن میں نے اس دیوار کو دیکھ کر اپنے سفرِ تحقیق کا رخ نہیں بدلا ہے اور میں برابر اس دیوار کو توڑنے، چھیدنے اور مسمار کرنے میں مصروف ہوں اور مسلسل اس سے ٹکراتا ہوا مروں گا۔ مجھے اپنی کامیابی کی نہ فکر ہے نہ جلدی ہے۔ میں نے نتیجہ کی پرواہ کیے بغیر طاغوتی نظام پر چاروں طرف سے ضربیں لگانا خود پر واجب کرلیا ہے میں یہ ضربیں لگائے چلا جاؤں گا اور اس کام کے دوران مرجانا شہادت اور رستگاری سمجھوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ جب تک انسان سو فیصد حق کو اور مذہب حقّہ کو نہ سمجھ لے اس کی کوئی عبادت نہ درست ہوسکتی ہے نہ قبول کی جاسکتی ہے اور تحقیق کے دوران مرجانے والے کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات کی ضمانت دی ہے۔ اور یہی آنخضرتؐ کے سب سے بزرگ نبیؑ ہونے کی ہزاروں دلیلوں میں سے ایک بڑی دلیل ہے۔ میں لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ تمام کام بند کردو عالمگیر اخلاق اور قوانین کے پابند رہو اور اس دیوار کو گرانے کو سب سے بڑی عبادت سمجھو آؤ جنت کے حق دار بن جاؤ۔ ان ابلیسی تصورات اور مذاہب کو مٹادو۔ اس شیطانی عمارت کو ڈھا کر گرادو۔ زندہ رہو تو اس لئے کہ ان باطل تصورات کی گرفت سے نوعِ انسان کو آزاد کرائیں گے اور مرو تو اس لئے کہ تم نے ایک عالم گیر تباہ کن برائی سے انسانوں کو محفوظ کرتے ہوئے جان دینا ہے۔

بہرحال وہ لوگ جو اس دنیا میں خودمختارانہ اور بے لگام زندگی بسر کرتے رہے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مواخذہ ہو یا کوئی بازپرس کا دن آئے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی پے درپے تعلیمات اور قربانیوں نے آخر قیامت اور روزِ حساب کو منوالیا۔ جنت وجہنم کے وجود اور جزا وسزا کو تسلیم کرنا پڑا تو ابلیسی گروہ نے دنیا میں فسق وفجور اور ظلم وستم جاری رکھنے کیلئے

سیکڑوں مذہبی حیلے ایجاد کیئے۔ یہ بھی ایک حیلہ تھا کہ اللہ قادرِ مطلق ہے لہٰذا جو چاہے کرسکتا ہے۔ایک عابد وزاہد و پارسا آدمی کو جہنم میں بھیجے تو جائز ہے اور اگر یزید وشمر وغیرہ قسم کے لوگوں کو جنت میں بھیج دے تو بھی انصاف کے خلاف نہ ہوگا۔اور انسان یہاں جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ ہی کراتا ہے لہٰذا آدمی کے تمام افعال واعمال اللہ کے حکم سے وقوع میں آتے ہیں اس لئے آدمی کو یہ کہنے کا حق ہی نہیں ہے کہ اسے جنت میں کیوں نہ بھیجا جہنم میں کیوں داخل کر دیا؟ یعنی جہنم وجنت کا بنانا بھی ایک جبر ہے۔اس قسم کے عقائد رکھنے والے لوگوں نے کہا کہ ایک دن دوزخ ختم ہو جائے گی مطلب یہ کہ ان کا گروہ خوب کھل کھیلے اور جہنم کو عارضی سمجھ کر ہر وہ کام بلاتکلف کرے جو ان کی مذہبی پالیسی کیلئے ضروری ہے۔آخر انہیں ایک روز جنت میں جانا ہی ہے کچھ دن پہلے نہ سہی چند روز یا چند سال بعد سہی۔ یہ کیوں؟ پہلے وہ آیات سامنے رکھ لیں جو فریب سازوں اور دروغ بافوں کا نشانہ ستم بنتی چلی آئی ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌO خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُO وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍO (سورہ ھود 11/106-108)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور پیاس کی شدت سے) وہ ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین وآسمان قائم ہیں اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔ رہے وہ لوگ جو نیک نکلیں گے تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و

آسمان قائم ہیں اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 369-368)

وہ منصوبہ ساز جن کے دل میں زیغ کی بیماری ہے مذکورہ بالا آیات سے اور اسی قسم کی دوسری آیات سے جہنم کو عارضی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہاں بھی اللہ کے قادر مطلق ہونے کی آڑ میں دھوکا دیا ہے۔یعنی دیکھو اللہ نے یہ کہا ہے کہ :

(1) وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین باقی رہیں گے'' (11/107-108)

(2) سوائے اسکے تیرا رب جو چاہے (إِلَّا مَا شَاء رَبُّكَ) (11/107-108)

مطلب یہ لیا کہ'' <u>اگر اللہ چاہے تو انہیں جب چاہے نکال باہر کرے</u> '' اس مطلب کو اسی آیت کے اگلے جملے سے اور بھی پختہ کرلیا۔اس لئے کہ اللہ نے آخر میں فرمایا ہے کہ :۔

(3) یقیناً تیرا رب جو بھی ارادہ کرلے اس کو پورا کر کے چھوڑنے والا ہے''

(یعنی اللہ صحیح اور غلط ارادہ کرنے کا بھی پابند نہیں ہے) اور اس سے یہ سمجھایا کہ اللہ نہ تو ارادہ کرنے میں کسی قاعدے کا پابند ہے نہ عمل کرنے میں کسی قانون سے ڈرتا ہے۔

<u>علامہ مودودی نے اسے پختہ تر اور واضح تر کر دیا کہ :۔</u>

''یعنی کوئی اور طاقت تو ایسی ہے ہی نہیں جو ان لوگوں کو اس دائمی عذاب سے بچا سکے۔البتہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی کے انجام کو بدلنا چاہے یا کسی کو ہمیشگی کا عذاب دینے کے بجائے ایک مدت تک عذاب دے کر معاف کردینے کا فیصلہ فرمائے تو اسے ایسا کرنے کا پورا اختیار ہے۔کیوں کہ اپنے قانون کا وہ خود ہی واضع (بنانے والا) ہے۔کوئی بالاتر قانون ایسا نہیں ہے جو اس کے اختیارات کو محدود کرتا ہو۔یعنی ان کا جنت میں ٹھہرنا بھی کسی بالاتر قانون پر مبنی نہیں ہے جس نے اللہ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رکھا ہو بلکہ یہ سراسر اللہ کی عنایت ہوگی کہ وہ ان کو وہاں رکھے گا۔اگر وہ ان کی قسمت بھی بدلنا چاہے تو اسے بدلنے کا پورا

اختیار حاصل ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 369 آیت 108-11/107)

بات صاف ہوگئی کہ اللہ اگر چاہے تو جنتیوں کو جہنم میں اور جہنمیوں کو جنت میں بھیج دے اور چاہے تو جہنم کو یا جنت کو یا دونوں کو تباہ کردے۔

قارئین نے دیکھا کہ جو جو صفات قوم کے مارشلوں میں تھیں وہ تمام صفات علماء حضرات نے اللہ کے اندر ثابت کردیں، یعنی

(1) ظالموں اور جابروں کا اللہ بھی ظالم و جابر ہوتا ہے اور

(2) وعدہ شکن اور غداروں کا اللہ بھی اپنے وعدوں کا پابند نہیں ہوتا اور جب چاہے غداری کرسکتا ہے اور

(3) جاہلوں اور عقل کے دشمن لوگوں کا اللہ بھی جاہل اور عقل و ہوش کا دشمن ہوتا ہے۔

(4) اور اگر کوئی ڈنڈے باز اور گرفت کرنے والا سر پر نہ ہوتو وہ ہر الٹا سیدھا غلط اور صحیح کام کرنے سے باز نہیں رہتا۔

لیکن اگر ہم علامہ سے پوچھیں کہ:۔

کیا تمہارا گھڑا ہوا اللہ جانور بن سکتا ہے؟ کیا وہ جھوٹ بول سکتا ہے؟ کیا وہ اپنے جیسا خدا پیدا کرسکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہوتو پھر اللہ قادر مطلق نہ رہا اور اگر جواب اثبات میں ہوتو ممکن ہے کہ ان جانوروں میں کوئی جانور اُن کا اللہ اور معبود بھی ہو۔ یا عرش پر دم توڑ چکا ہو۔ (بقول جوش ملیح آباد)

؎ عرش پہ دم توڑ چکا کب کا بھگوان؟؟

مودودی ہیں مصروف دعاؤں میں ہنوز؟

(2) ابلیسی عقاید پر ایک قرانی تبصرہ اور جھوٹوں کو گھر تک پہنچانا

قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ عرض کرنا ہے کہ ہم یہاں بھی چند ضروری

باتیں ہی لکھیں گے ورنہ قرآن جس تفصیل سے ان ابلیس کے شاگردوں کا رد کرتا ہے وہ کئی ہزار صفحات میں سمائے گا۔ لہٰذا پہلے مندرجہ بالا آیات (11/107-108) ہی میں اللہ نے ایک لفظ رکھ دیا ہے۔ جس کے معنی علامہ نے بھی یوں کیئے ہیں کہ :

(1) ''ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا''

عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍO (11/108) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 369)

یعنی جنت کبھی بھی ختم نہیں کی جاسکتی جنتیوں کا جنت میں رہنا کبھی منقطع نہیں ہوسکتا ہے اور جہنمیوں کیلئے فرمایا کہ :

(2) ''ان کا حصہ انہیں بھرپور دیں گے بغیر اسکے کہ اس میں کچھ کاٹ کسر ہو''

لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍO (11/109) (تفہیم القرآن نمبر 2 صفحہ 370-369)

یعنی ان کی سزا بھی کم وبیش نہ ہوسکے گی۔

(3) آیات (11/107-108) میں جن آسمانوں اور زمینوں کا ذکر ہے وہ ہمیشہ برقرار رہیں گے؟؟

اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ جنت یا جہنم میں اس وقت تک رہیں گے جب تک آسمان و زمین برقرار رہیں گے لہٰذا یہ موجودہ آسمان وزمین قیامت کے دن دوسرے آسمان اور زمینوں سے بدل دیئے جائیں گے اور قیامت کی جزا وسزا ان آسمانوں اور زمین کے برقرار رہنے تک برقرار رہے گی اس لئے کہ ان آسمانوں اور زمین کے بدلنے یا فنا کرنے کا قرآن میں نہ تذکرہ ہے نہ ضرورت ہے (حجر 15/48-51) ثابت ہوا کہ جنت وجہنم اور عذاب وثواب عارضی نہیں مستقل ہے۔

(4) جنت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارا اللہ وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتا

قران میں اللہ نے بار بار فرمایا ہے کہ:۔

(1) ان سے دریافت کرو کہ جہنم بہتر جگہ ہے یا ہمیشہ برقرار رہنے والی جنت بہتر ہے جس کا وعدہ متقین سے کیا جا چکا ہے اور جو انہیں انکے اعمال کی جزا میں ملے گی۔(25/15)

(2) جس جنت کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے اس میں نہریں جاری ہونگی اسکے میوے پھل پھول سدا بہار ہونگے اور دائمی طور پر ملتے رہیں گے یہ متقی لوگوں کا انجام ہے کافروں کیلئے جہنم ہے۔(رعد 13/35)

(3) وہ جنت جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہوں گی دودھ کی نہریں ہوں گی شراب کی نہریں ہوں گی شہد کی نہریں ہوں گی تمام پھل اور مغفرت ہوں گے اور کوئی چیز سڑے بسے گی نہیں۔(محمدؐ 47/15)

(4) جنت متقین کے سامنے لائی جائیگی اور بتایا جائیگا کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔(قٓ 32-50/31)

(5) جو مومنین صالحین ہونگے ان کو ہم جنت میں داخل کرینگے جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ تا ابد رہیں گے اور کہیں گے اللہ کا وعدہ سچا تھا اور اس سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔ (نساء 4/122)

(6) جنت کے دروازے متقین کیلئے کھول دیئے جائیں گے ملائکہ خوش آمدید اور سلام پیش کریں گے اور متقین اعلان کرینگے کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا ہے۔ (زمر 74-39/73)

قارئین سوچیں کہ اللہ نے نیک عمل کرنے اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے ،تکالیف برداشت کرنے اور خدا کی راہ میں اپنی اور اپنے بچوں تک کی جان قربان کردینے کے

بدلے میں جنت دینے کا وعدہ باربار اورطرح طرح سے کیا اس وعدہ پر اعتبار کرکے انسانوں نے خودکواللہ کی راہ میں قربان کردیا۔اب اگر علامہ مودودی کا خودمختار اور قادر مطلق اللہ اپناوعدہ اسلئیے پورانہ کرے (یاچندسال کے بعد جنت ہی کوختم کردے) کہ وہ کسی کا پابند نہیں ہے تو اسے ہم غدار بے وفا اور ظالم کہیں گے اور ایسے ناپاک تصوراتی اللہ کو بتوں سے بدتر قرار دیں گےلیکن ہمارااللہ تو کہتا ہے کہ:۔

''لیکن متقی لوگوں کیلئے جنت میں دومنزلہ چوباروں والے بلند مکان ہونگے اور نیچے نہریں جاری ہونگی یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا'' (زمر 39/20)

اللہ نے وعدہ خلافی نہ کرنے کا وعدہ بھی باربار کیا ہے (رعد 13/31 اور عمران 3/9)

یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا (اِنَّ اللّٰهَ لاَ یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَO)

ذراسوچیئے کہ جن لوگوں نے اتنے وعدوں اور وعدہ خلافی نہ کرنے کے وعدوں کے بعد بھی اللہ کوایسا قادر مطلق مانا کہ اسے اپنے وعدوں کی مخالفت میں بھی کوئی باک نہ ہوگا یقیناً وہ لوگ بڑے غدار بڑے ظالم اور بے حیا لوگ تھے جنہوں نے اپنے خودساختہ اسلام کیلئے ایک جداگانہ ظالم وجابر وجاہل اللہ گھڑ کر دیا اور ایک خاطی اور مشوروں کامحتاج وجاہل رسول تیار کیا اور ایک ظالمانہ وجابرانہ پالیسی وضع کرکے دنیا کوتباہ وبرباد کیا۔ کوئی باضمیر وشریف انسان ایسے مذہب کوسمجھ کر تو ہرگز اختیار نہ کرے گا البتہ فریب اور مغالطہ اور تعصب کی وجہ سے آدمی ذلیل ترین کام بھی کرگزرتا ہے۔

(5) جنت نیک عملی اور قربانیوں کے بدلے میں بطور معاوضہ وراثت کے طور پر دی گئی تھی

قارئین سوچیں کہ اگر کوئی ہماری محنت کے بدلے میں ہمیں کوئی چیز دینے کا وعدہ کرکے وہ چیز دیدے اور پھر اسے ہماری وراثت قرار دیدے اور اسکے بعد ہم سے اپنے وعدوں کے خلاف وہ چیز چھین لے تو اسے قرآن کی زبان میں غدار، دھوکے باز اور ظالم

کہا جاتا ہے اب دیکھیئے کہ اللہ نے اس سلسلے میں کیا فرمایا ہے؟

”یہ ہے وہ جنت جو تم نے اپنے اعمال کے بدلے میں اپنی وراثت بنالی ہے اس میں تمہارے لئے میوے کی کثرت ہے جو تم کھاتے رہو گے“

(زخرف 43/72-73)

(6) جنت انسانوں کی محنت اور قربانیوں کے بدلے میں ملی ہے بدلہ نہ دینا ظلم ہے

جنت بطور مزدوری کی جزا اور اجرت میں دی گئی ہے:

(1) ”ان کی جزا میں اللہ کے یہاں جنت عدن ملے گی جس میں نہریں جاری رہیں گی اور وہ ہمیشہ ابدالآباد تک اس میں رہیں گے اللہ ان سے راضی رہے گا اور وہ اللہ سے راضی رہیں گے یہ ان لوگوں کیلئے بدلہ ہے جو اپنے رب کے سامنے عاجزانہ زندگی بسر کرتے رہے“ (بینہ 98/8)

اس کو واپس چھین لینا اور جہنم میں پھینک دینا کتنا بڑا بے دردانہ جرم ہوگا جو قومی علما اللہ کے ذمہ لگاتے اور خود ظلم وستم کرنے کا جواز پیدا کرتے ہیں؟

(2) یقیناً یہ جنت اور جنت کا یہ مذکورہ سامان اور عیش وعشرت تمہاری محنت اور کوشش کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش پر اللہ شکر گزار بھی ہے (دھر 76/12-22)

جنت چھین لینا ہی ظلم اور ناشکری یا کفر ہوگا چہ جائیکہ پھر جنتیوں کو جہنم میں پھینک کر قومی علما کو خوش کرنا۔ مذہب کے ایسے گندے تصورات نے اسلام کو پھیلنے سے روکا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کی اقوام مسلمانوں کی دشمن ہوگئی تھیں اور یہی عقیدہ تھا جس کی بنا پر دن رات لوٹ مار اور قتل وغارت کرنیوالوں کو غازی کے القاب دیئے گئے تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تاج پہن کر بھی بھیک مانگ رہے ہیں کافروں اور بے دینوں کے محتاج وممنون ہیں اور روزانہ رسوائی وذلت کی طرف دوڑائے جارہے ہیں۔

(3) جنت مفت نہیں بلکہ محنت ومشقت کے بدلے میں ملی ہے۔(6/70)

(4)جنت کمائی کر کے حاصل کی گئی ہے یہ جزا ہے(خواہ مخواہ نہیں)(3/136)

(5) اللہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اجر و جزا اور معاوضہ دیتا(42/40)

اور اگر اجر نہ دیتا تو ظالموں میں داخل ہو جاتا لیکن اللہ تو ظالموں کو پسند بھی نہیں کرتا۔

(7) کیا اللہ بھی قومی لیڈروں کی طرح جنتیوں کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے؟

اللہ نے لوگوں کو جنت کا لالچ دیا اور کہا کہ تم جنت کے حصول میں جلدی کرو۔

(1) تم اس جنت کو حاصل کرنے میں جلدی کرو جو تمام آسمانوں اور اس زمین کو صرف اپنی چوڑائی میں سما سکتی ہے اور جو متقین کیلئے تیار کی گئی ہے(عمران 3/133)

دیکھئے کتنی عمدہ اور کتنی عظیم الشان جائیداد و جاگیر دینے کا اعلان کیا گیا ہے؟

(2) جنت وہ اجر ہے یا معاوضہ ہے جو دنیا کی زندگی کو فروخت کر کے آخرت کی زندگی خریدنے پر ملی ہے یعنی جنت خریدی ہوئی جائیداد ہے(نساء 4/74) بلکہ اپنا خون بہا کر حاصل کی گئی ہے(4/74)

(3) جنت کی وراثت حاصل کرنے کیلئے دعائیں بھی مانگی جاتی رہیں اور یہ کام انبیاءؑ بھی کرتے رہے(شعراء 26/85)

(4) اور اللہ نے دعائیں قبول کر کے حقداروں کو جنت کا وارث بنا بھی دیا تھا اور انہیں جنت میں ہمیشہ رکھنے کا وعدہ بھی کیا تھا(مومنون 11-23/10)

ان تمام وعدوں کے بعد، ان تمام اعلانات کے بعد، اتنی محنت ومشقت کرا لینے کے بعد کیسے مان لیں کہ:

”بلکہ یہ سراسر اللہ کی عنایت ہوگی کہ وہ ان کو وہاں رکھے گا اگر وہ ان کی قسمت بھی بدلنا چاہے تو اسے بدلنے کا پورا اختیار ہے“(تفہیم جلد 2 صفحہ 369)

یہ ہے مودودی کا خودساختہ اللہ جس کی مودودی پوجا کرتے ہیں جو بقول مودودی ابلیس اور دنیا کے تمام بے رحم وظالم انسانوں سے بھی بدتر دیو ہے مردم خور وخونخوار درندہ ہے۔

(8) جہنم بھی دائمی ہے اس کو یا جہنم کی سزا کو عارضی کہنے والے بھی خدا کو ظالم بناتے ہیں

(1) جہنم سے کسی طرح چھٹکارا ممکن نہیں بلکہ یہ ہمیشہ قائم رکھا جانے والا عذاب ہے (مائدہ 5/37)

(2) جہنم سے نہ کبھی نکلنا ممکن ہے اور نہ ایسا موقع ہی دیا جائے گا (نحل 16/84) (حاشیہ 45/35)

(3) جہنمی لوگوں کے عذاب میں زیادتی ہی زیادتی ہوتی رہے گی کمی کا تصور غلط ہے۔ (نبا 78/30)

(4) عذابِ جہنم ان کی کمائی ہے یعنی بطور سزا ہے (اعراف 39-7/38، انعام 6/70) اور اس میں کمی کے معنی بعض مظلوموں کے انتقام میں کمی اور ظلم ہوں گے اور

(5) ''اللہ اگر سزا نہ دے تو بندوں پر ظلم کرنے والا ٹھہرے گا (انفال 8/51)

(6) جہنم بھی جنت کی طرح دائمی یا ابدی ہے۔ کبھی ختم نہ ہوگا (حشر 59/17) (جن 72/23) (احزاب 65-33/64) (نسا 4/169)

(7) ''مومن کو جان بوجھ کر بے قصور قتل کرنیوالے کی سزا دائمی طور پر جہنم میں رہنا ہے (نساء 4/93)۔ اس کو معاف کرنے کا اللہ کو بھی اختیار نہیں ہے اسلئے کہ یہ حقوق العباد میں داخل ہے اور بندوں کا حق مارنا ظلم ہے اور ظلم اللہ سے ہرگز سرزد نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ:

(8) ''پوری پوری سزا دینا اللہ پر واجب ہے (بنی اسرائیل 17/63)

(9) اسلئے بھی کہ: اللہ اپنی بات بدلتا نہیں ہے (ق 50/29)

(9) مومنین کی نجات اللہ کے اوپر ان کا حق ہے اور وہ مومنین اور انبیاءؑ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا

چلتے چلتے آخر میں یہ نوٹ کرلیں کہ مومنین کی نجات اور جنت کا دیا جانا ایسا حق ہے جو اللہ کے ذمہ واجب الادا ہے (یونس 10/103) اور سابقہ آیات سے بار بار ثابت ہوا کہ اللہ نے یہ حق اپنے ذمہ سے ادا کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ ہرگز انہیں جنت سے نکال کر یا خواہ مخواہ دوزخ میں ڈال کر رسوا نہ کرے گا۔ (تحریم 66/8)

اس سرسری اور نہایت مختصر جائزے سے قارئین کو یقین ہو جانا چاہئے کہ علامہ مودودی کا تصور قادر مطلق ایک ابلیسی فریب ہے۔ اللہ صرف قادر مطلق ہی نہیں رہتا وہ ہر وقت حکیم مطلق، علیم مطلق اور عدل مجسم بھی ہوتا ہے۔ اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوسکتا جو قابل اعتراض، حکمت سے خالی اور محض اختیار و قدرت کی نمائش کیلئے ہو۔ البتہ قومی حکمرانوں کو ضرورت تھی کہ وہ جس کو چاہیں تہہ تیغ کریں اور ظلم بے دریغ کریں اسلئے انہوں نے اللہ کو فیلڈ مارشل بنا دیا۔ (ماخوذ، احسن التعبیر، تشریح سورہ ھود 108-11/106)

علمائے فقہ شیعہ کے نام نہاد علما کے اختیار کردہ عقائد میں بھی اللہ تعالیٰ سے متعلق عقیدہ توحید اس سے مختلف نہیں۔ ان کے گھٹیا اور خبیث عقائد ان کی کتابوں اور سوشل میڈیا پر کلپس (Clips) کی صورت میں وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک مُلّا (ڈھکو) اپنی کتاب کے پہلے ایڈیشن میں درج کرنے کے بعد عوامی ردّعمل اور دباؤ کی وجہ سے آئندہ ایڈیشن میں حذف کر دیتا ہے۔ لکھتا ہے کہ

> ''اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے جو کام محمدؐ اور علیؑ سے لئے ہیں اگر چاہتا تو وہ کسی مکھی یا مچھر سے بھی لے سکتا تھا''

دوسرے صاحب (تقی جواد) اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ بس اگر وہ چاہے نقل کفر، کفر نہ باشد، حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہنم بھیج دے اور یزید کو جنت۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔''

ان بیانات کو ان نام نہاد ملاؤں کی اللہ تعالیٰ کی قدرت یا بڑائی ثابت کرنے کی کوشش سمجھیں یا عقل و شعور کا دیوالیہ پن۔ ان عقل کے دشمنوں کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ اس قسم کا عقیدہ اختیار کرتے ہی اللہ سے متعلق سینکڑوں نقائص پیدا ہو جائیں گے۔ جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

اسی عقیدہ کو دوسری بڑی وجہ یا شاید صرف یہی وجہ ہے اور وہ ہے دشمنی محمدؐ و آل محمدؐ۔ یہ ان لوگوں کی ذہنی خباثت ہے جو کبھی کبھی کھل کر منظر عام پر آتی ہے ورنہ ایسی خباثتوں کو یہ لوگ اپنی تحریروں یا اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں۔ دراصل ان کی منشاء یہ ہے کہ اللہ کی اعلیٰ ترین مخلوقؑ (عالینؑ) کو مقامِ محمود سے گھسیٹ کر اپنے ایسا خطا کار ثابت کریں۔ اور پھر امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غائب و معطل کر کے ان کے جانشین اور نائب کہلوا سکیں۔ ان نام نہاد علما کا تصورِ قادرِ مطلق بھی ایک ابلیسی حربہ و فریب ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہوتے ہوئے بھی سینکڑوں ایسے کام ہیں جو اللہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً اللہ ظلم نہیں کر سکتا۔ اللہ خواب نہیں دیکھ سکتا، اللہ وعدہ شکنی یا غداری نہیں کر سکتا، اپنے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف یعنی قانون شکنی نہیں کر سکتا۔ جھوٹ نہیں بول سکتا، کسی کا بیٹا نہیں بن سکتا، خود کو محدود کر کے انسانی آنکھ کے ادراک میں نہیں سما سکتا، اپنے جیسا اللہ تخلیق نہیں کر سکتا۔ کسی نیک و متقی شخص کو جہنم نہیں بھیج سکتا اور غلط کار کو جنت نہیں بھیج سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس ہزاروں ایسے کام گنوائے جا سکتے ہیں جو اللہ قادرِ مطلق ہوتے ہوئے بھی نہیں کر سکتا۔

قارئین جیسا کہ بیسیوں آیات سے واضح کیا جا چکا ہے کہ جنت انسانوں کے نیک اعمال اور قربانیوں کے بدلے میں بطور معاوضہ وراثت میں ملے گی۔ استحقاق حاصل کرنے والوں کو حق نہ دینا، قانون شکنی اور وعدہ خلافی ہوگی، ظلم ہوگا۔ اسی طرح بداعمال اور ظالم لوگوں کو جہنم بھیجنا عین عدل ہوگا۔ ان کو بھی سزا نہ دینا خدا کو ظالم بناتا ہے۔ حقوق العباد کو معاف کرنے کا اللہ کو بھی اختیار نہیں، بندوں کا حق مارنا ظلم ہوگا۔ جو اللہ سے ہرگز سرزد نہیں ہوسکتا۔ پوری پوری جزا و سزا دینا اللہ پر واجب ہے۔

اب جہاں تک امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شہدائے کربلا و اسیرانِ کربلا صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا تعلق ہے ان حضراتؑ نے اللہ کے مقرر کردہ معیار سے بڑھ کر اسلام کے ہر پہلو پر عمل پیرا ہو کر قربانیاں پیش کی ہیں۔ ظلم و ستم برداشت کئے۔ اگر خدائی معیار پر عمل ہوتا تو عین عدل ہوتا لیکن وہ حضراتؑ اس معیار سے کہیں آگے بڑھے اور ظالمًا لنفسہٖ (اپنے نفوس پر ظلم کرنا) کی سند حاصل کی اور اللہ تعالیٰ کو اس ظلم کی ہر جگہ تعریف کرنا پڑی (35/32)۔ ایسی مثال نہ کبھی کربلا سے پہلے موجود تھی نہ ہی آئندہ قائم کی جا سکے گی۔ ان محسنِ انسانیت ہستیوں کے متعلق یہ گھٹیا انسان مفروضہ قائم کرتا ہے کہ "۔۔۔۔نقل کفر کفر نہ باشد۔۔۔۔" یہ مفروضہ قائم کرتے ہوئے اس سنگ دل انسان کا دل نہیں کانپا، ایسی ملعون ذہنیت پر اللہ و محمدؐ و آلِ محمدؐ اور تمام انسانیت کی بے شمار لعنت ہو۔ آمین ثم آمین۔

اللہ جب کہ مجسم عدل ہی عدل ہے۔ ان حضراتؑ کو اپنی اپنی قدرت یا قادریت کی وجہ سے جہنم میں ڈال سکتا ہے تو ایسے اللہ پر کیسے اور کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ایک غیر مذہب سے تعلق رکھنے والا کس بھروسے پر اسلام اختیار کرے۔ نیک عمل کرنے کے باوجود اگر قدرت کی تیغ تلے آ گیا تو جہنم یقینی۔ ساری عمر بدمعاشی کرنے کے بعد بھی اللہ کی

قادریت کی زد میں آ گیا تو جنت؟ اس مذکورہ قادریت کا عقیدہ پر ایمان لایا جائے تو پھر کسی بھروسے پر نیک اعمال کئے جائیں اور کیونکر بد عملی سے اجتناب کیا جائے اور اس مذہب کو جُوّا اور اس کے نام نہاد علما کو جُوّاری نہ سمجھے تو کوئی اسے اور کیا سمجھے؟ اس عقیدہ پر ایمان رکھنے والوں نے اسلامی دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تصور ہی فنا کر کے رکھ دیا ہے۔ دنیا میں شروع سے لے کر آج تک اسی بھروسے پر ظلم و ستم، قتل و غارت، جبر و استبداد قائم رہتا چلا آ رہا ہے۔ اس عقیدہ نے مسلمانوں میں محسن کش و ننگ انسانیت لوگ پیدا کئے ہیں۔

قارئین غور فرمائیں، ملاّ کے اختیار کردہ اس عقیدہ سے ان کا اختیار کردہ اللہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے کیا قدرت رکھنی چاہیئے؟ بار بار وعدہ کر کے کسی وقت بھی غداری کر سکتا ہے۔ اپنے بنائے قوانین کے خلاف جا سکتا ہے۔ مجسم عدل ہی عدل ہوتے ہوئے ظلم کر سکتا ہے۔ ان خصوصیت کا تو انسان بھی اگر معاشرہ میں ہو تو قابل مذمت ہوتا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی ذات، جس نے محمدؐ و آل محمدؑ جیسی مجسم رحمت، مجسم ذکر، مجسم ایمان مجسم لوح و قلم، مجسم علم و عقل، مجسم نور، مجسم کتاب ایسی عالین ہستیاں تخلیق فرمائیں۔

مولوی حضرات نے دین اسلام کے بنیادی اصول توحید کو بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا تو باقی اصولِ دین کا نا معلوم کیا حال ہوگا۔ اگر اصول ہی ایسے ہوں گے تو فروعات نماز، روزہ، خمس، جہاد وغیرہ کیا فائدہ دیں گی؟ تمام ناکارہ بلکہ دل کی تاریکی کا سبب بنیں گے جیسا کہ حالات سے ظاہر ہے۔

قارئین کرام! قرآن کی بہت ساری آیات کے آخر میں ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر آیا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں جو تصور اِن نام نہاد علما نے پیش کیا ہے۔ جن آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے، اُن آیات کے شروع کے حصہ میں جو بیان ہوتا ہے صرف اس سے متعلق تمام تر لوازمات، جزئیات و اختیارات کے ساتھ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے۔

وہ ہر وقت عدل مجسم ،حکیم مطلق و علیم مطلق بھی ہوتا ہے ۔وہ علم رکھتا ہے کہ اسے کون سی قدرت کہاں اختیار کرنی ہے ۔وہ ایسا کوئی فعل سرزد نہیں کرتا جو قابل اعتراض اور حکمت سے خالی ہو،وہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا (القرآن)اور نہ ہی کوئی کام محض اختیار و قدرت کی نمائش کیلئے کرتا ہے۔

ان ملاؤں اوران کے ہم عقیدہ پیروکاروں کے لئے دوعدد مشورے:

1 ۔اگر آپ لوگوں کا مذکورہ بالا عقیدہ درست ہے؟ تو آج سے ہر نیکی اور عبادات کی سختیوں سے آزاد ہو کر شتر بے مہار، مادر پدر آزاد زندگی کے مزے لوٹیں ۔کہاں سید الشھداء نواسہ رسولؐ ،معصوم امامؑ عالی مقام اور کہاں ہم اور آپ؟ ایسی ہستی کے متعلق ملاّ یہ سوچ سکتا ہے نعوذ باللہ، اللہ چاہے تو اُنہیں بھی آخرت میں رُسوا کرسکتا ہے،تو ہم اور آپ کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ لہٰذا تمام نیک اعمال اور عبادات کی کھٹن پابندیوں اور سختیوں کو طبع نازک پر اٹھانے کی کیا ضرورت؟

2۔ دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آج سے اپنی دلی تمناؤں اور خواہشات کی خاطر انسانیت پر ہر طرح کا ظلم وستم ،قتل وغارت ،حرص وہوس ،رُشوت ستانی واقربا پروری وغیرہ بلا خوف جاری کردیں۔اوراس سلسلے میں اللہ کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر اولادِ رسوؐل کو قتل اور مخدرات عصمت وطہارت کی تشہیر ورسوا کرنے والے کو بخشنے کی قدرت رکھتا ہے تو آپ بھی بخشے جانے کی امید رکھیں کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔؟؟؟

آخر میں ہم تمام انسانیت کی طرف سے ایسے عقیدہ سے برأت کا اعلان کرتے ہیں اور یہ مفروضہ انہی پر پلٹاتے ہیں ۔اگر بقول ملاّ ،اللہ قادر و مطلق اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے یزید لعین کو جنت میں بھیج سکتا ہے تو ہم ایسی جنت کا انکار کرتے ہیں جس میں یزید جیسے دشمنِ محمدؐ وآل محمدؐ موجود ہوں ،ایسی جنت مُلاّ کو مبارک۔

اور اگر بقول مُلّا، اللہ قادر مطلق اپنی قدرت استعمال کرتے ہوئے امام عالی مقام، امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (نعوذ باللہ) جہنم میں داخل کر دیتا ہے تو ہم بہر حال حقِ مودۃ ادا کرتے ہوئے، امامؑ عالی مقام کی معیت میں اُنؑ کے قدموں کی خاک بن رہنے کو دنیا و آخرت کی عظیم ترین سعادت اور کامیابی سمجھیں گے۔

والسلام۔